مدیر

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون

مولانا رضوان احمد ندوی

امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل، حکایات اہل دل
■ اسلامی سال نو کے آغاز پر
■ آدمی کے لئے نفس کی آفت......
■ اسلامی نظام اقتصادیات............
■ استعمال شدہ آب زمزم کی نکاسی
■ مدھیہ پردیش کی انسانیت سوز واردات
■ اخبار جہاں، ہفتہ رفتہ، ملی سرگرمیاں

جلد نمبر 63/73 | مورخہ ۲۸/ ذی الحجہ ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۷/ جولائی ۲۰۲۳ء روز سوموار | شمارہ نمبر 26

تبرکات

مسلم پرسنل لا اور ہندوستانی قانون

حضرت مولانا محمد ولی رحمانیؒ امیر شریعت سابع امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ

مسلم پرسنل لا، قانون شریعت کا ایک اہم حصہ ہے، اسلام کا نظام، اسلام کی تعلیم، زندگی کے ہر ایک حصہ کیلئے ہے، اس کا تعلق عبادت سے بھی ہے، اس کا تعلق معاشرت سے بھی ہے، اس کا تعلق عائلی زندگی سے بھی ہے، معاشی زندگی سے بھی ہے، تجارتی زندگی، سماجی زندگی اور اجازت دیں تو کہوں اسکا تعلق سیاسی زندگی سے بھی ہے۔ جیسے جیسے زمانہ گذرتا گیا اس ملک میں دین کی گرفت دین والوں پر سے ڈھیلی پڑتی گئی، انگریزوں کے زمانے میں قانون کے مختلف حصوں کو الگ الگ کیا گیا اور کریمنل معاملات میں نئے قوانین مکمل طریقہ پر اسلامی قانون کی جگہ نافذ کئے گئے، اس ملک میں نظام قضاء پھر بھی باقی تھا، قاضی فیصلہ کرتے تھے، اسلامی احکام اور قرآن وحدیث کی بنیاد پر فیصلہ کرتے تھے، مگر اس سلسلے کو بھی ختم کردیا گیا، اور نمبر آگیا مسلمانوں کی عائلی زندگی یعنی نکاح طلاق، وراثت، حضانت، ہبہ، وقف وغیرہ کے قوانین کے خاتمہ کا، جو ہماری عائلی زندگی کے مذہبی گوشے ہیں، ان کو بھی ختم کرنیکی جب بات آئی تو اللہ بھلا کرے ہمارے علماء کرام، ہمارے دین سے محبت رکھنے والے رہنماؤں کا کہ انھوں نے ان باقی ماندہ قوانین اسلام کی حفاظت کے لیے شریعت Application act کو پیش کرڈالا۔

انگریزوں کے زمانہ میں ۱۹۳۷ء میں قانون شریعت کی حفاظت اور قانون شریعت کے نفاذ کے لئے یہ Act آیا اور ایک نئی راہ کھل گئی اس ملک میں قانون شریعت کو بچانے اور اس پر عمل کرنیکی۔

قانون کا ایک حصہ تو وہ ہے جس کا تعلق کریمنل لا سے ہے، اگر کوئی چوری کرے، ڈاکہ ڈالے، کسی کی زمین پر قبضہ کرے، کسی کے مکان پر قبضہ کرے، کسی کو قتل کردے، حکومت نے اسکے لئے الگ قانون بنایا، اور وہ کریمنل لا کی شکل میں یہاں نافذ ہے۔ دوسرا وہ ہے جو عائلی زندگی سے متعلق ہے۔ نکاح کیا جائے تو کسطرح، نکاح کا طریقہ کیا ہو، اگر خدانخواستہ علیحدگی کی ضرورت پیش آہی گئی تو علیحدگی کا انداز کیا ہو، اگر اپنی جائیداد میں کسی کو حق دینا ہے تو اگر حق دینگے تو کسطرح دینگے، کتنی جائیداد میں حق دے سکتے ہیں، کتنی میں نہیں دے سکتے ہیں، کتنے مال کو اللہ کے حوالے کرنا ہے، وقف کرنا ہے تو کس انداز پر کرینگے، یہ سارے وہ معاملات ہیں جو شریعت Application Act کے ضمن میں آتے ہیں اور اس ملک کے اندر اسے عام زبان میں مسلم پرسنل لا کہا جاتا ہے۔

یہ مسلم پرسنل لا Govt.of India کا قبول کیا ہوا قانون ضرور ہے لیکن یہ مسلم پرسنل لا اصل میں شرعی بنیادوں پر قائم ہے۔ اسکی بنیادیں قرآن مجید میں ہیں، حدیث شریف میں ہیں۔ اسی لئے علماء کرام اور رہنمایان ملت اس بات کی پوری کوشش کرتے ہیں کہ قانون شریعت کا یہ حصہ جسے مختصر لفظوں میں مسلم پرسنل لا کہا جاتا ہے، اسکی ہر حالت میں ہر قیمت پہ حفاظت کی جائے۔ اسلام دشمنوں، حکومت کے نمائندوں اور نام نہاد دانشوروں کی طرف سے رہ رہ کر یہ شوشہ چھوڑا جاتا ہے کہ اس ملک میں یونیفارم سول کوڈ نافذ کیا جائے یعنی مسلم پرسنل لا کے مقابلے میں UCC (یونیفارم سول کوڈ) یعنی ''یکساں شہری قانون'' نافذ کیا جائے۔ یکساں شہری قانون کا فائدہ کیا ہے؟۔ بتایا جاتا ہے کہ ملک کے باشندوں میں فکر ونظر کا اتحاد ہوگا۔ اگر سب لوگ ایک طرح شادی کریں گے، سب لوگ ایک انداز سے زندگی گذاریں گے تو فکر ونظر کا اتحاد پیدا ہوگا، طریق زندگی میں یکسانیت ہوگی، جیئیں گے تو ایک طرح، مریں گے تو ایک انداز میں!

ہماری بہنیں اس بات کو ذہن میں رکھیں، UCC (یونیفارم سول کوڈ) مسلم پرسنل لا کے مقابلے میں اس لیے لانے کی بات کی جارہی ہے تاکہ قانون شریعت کا وہ بچا کھچا حصہ بھی جو اس ملک میں قانوناً نافذ ہے، اسے ختم کردیا جائے اور جو دلیل دی جارہی ہے وہ بظاہر بڑی پیاری ہے، جو حقیقت میں پُرفریب ہے، کہا جاتا ہے، کہ ترقی یافتہ قانون ہونا چاہیئے، لوگوں کی زندگی یکساں ہونی چاہیئے، ایک انداز ہونا چاہیئے جینے کا، پورے ملک کے باشندوں کے فکر ونظر میں اتحاد ہونا چاہیئے۔

لیکن میں آپ سبھوں سے عرض کروں، کہ ملک میں اگر یکساں قانون نافذ کردیا جائے گا تو یکسانیت پیدا نہیں ہوسکتی۔ ملک کا اتحاد، ملک کی سالمیت، ملک کی یکجہتی اس بات میں پوشیدہ نہیں ہیکہ اس ملک میں عائلی نظام کو یکساں کردیا جائے۔ جن ممالک میں عائلی نظام یکساں ہیں اور یہی نہیں بلکہ جن ممالک کے مذاہب ایک ہیں، صورتحال وہاں مختلف ہے، ہمیں یاد رکھنا چاہیئے، دوسری جنگ عظیم، ایک مذہب کے ماننے والوں کے درمیان ہی ہوئی تھی۔ ایک طرف جرمن کھڑا تھا اور دوسری طرف انگلینڈ، دونوں کا مذہب ایک تھا، دونوں کا طریقہ زندگی ایک، دونوں کا سماجی قانون ایک، دونوں کا عائلی قانون ایک، اس طرح دونوں میں یکسانیت تھی، تہذیب کے لحاظ سے، مذہب کے لحاظ سے، قانون کے لحاظ سے۔ مگر اس اتحاد کے باوجود دونوں ملک لڑ پڑے اور لڑائی بھی ایسی، جس نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور لاکھوں جانیں تلف ہوئیں، کروڑوں کی مالیت برباد ہوئی اور جس کی ضرب سے انسانیت آج بھی کراہ رہی ہے۔

اس لیے یاد رکھئے! قانون کا اتحاد، قانون کی یکجہتی، ملک کے اتحاد کیلئے ضروری نہیں ہے اور ہندوستان جہاں مختلف مذہب کے ماننے والے ہیں، مختلف تہذیبوں کے ماننے والے ہیں، مختلف روایتوں اور مختلف کلچر کے ماننے والے ہیں، اگر ان سبھوں کو یکساں کردیا جائے گا طاقت کے بل پر، اقتدار کے بل پر، قوت کے بل پر تو یقین مانئے یہ ملک چرمرا جائے گا، اس کی عظمت ختم ہوجائیگی اور اس کا اتحاد پارہ پارہ ہوکر رہ جائے گا اور اس کے بڑے خطرناک نتائج سامنے آئیں گے۔

میں یہ اس لئے کہہ رہا ہوں، کیونکہ جب عائلی قانون کو یکساں کردیا جائے گا، اسکے بعد اگلا نمبر آئیگا مذہب کا اور یہ کہا جائیگا کہ عائلی قانون کو یکساں کردیا گیا لیکن ہم آہنگی پیدا نہیں ہورہی ہے اسلئے اس ملک کا مذہب بھی ایک ہونا چاہیئے، بعض لوگ انگلی پکڑ کر کلائی پکڑنے کی کوشش کرتے ہیں —— سمجھنا چاہئے ملک کے قانون دانوں کو، کہ لوگ اپنے تخصصات اور اپنے امتیازات کے ساتھ زندگی گذارنا چاہتے ہیں، وہ یہ نہیں چاہتے کہ صرف جیئے اور جیتے رہیں، وہ یہ نہیں چاہتے ہیں کہ کسی در سے زندگی کی بھیک مل جائے اور اس ملی ہوئی بھیک کی بنیاد پر زندگی گذار دی، وہ چاہتے ہیں اپنے مذہبی تخصصات کا تحفظ، اپنی تہذیبی امتیازات کی حفاظت — لوگ بھول جاتے ہیں باتوں کو، اسی ملک میں جب میزو قبائلیوں کو اس بات کا شبہ ہوا کہ انکی تہذیب، انکی روایات، کو ختم کیا جارہا ہے، تو پھر انھوں نے بغاوت کی اور بغاوت ایسی کہ مرکزی حکومت کو ماننا پڑا، اور معاہدہ کرنا پڑا اور معاہدہ بھی ایسا کہ پارلیمنٹ کا کوئی قانون میزو روایت، میزو کلچر اور میزو تہذیب کے اوپر اثر انداز نہیں ہوسکتا۔ اور میزو کچہری کے فیصلے پر سپریم کورٹ بھی قلم نہیں چلاسکتا۔

ظاہر ہے میزو قبائل بڑی تھوڑی تعداد کے اندر اس ملک میں ہیں۔ لیکن جب حکمران طبقہ نے محسوس کیا کہ ملک کی تمام تہذیبی اور مذہبی اکائیوں کو مطمئن رکھے بغیر ملک کو متحد نہیں رکھا جاسکتا، تو میزو قبائل سے بات کرنی پڑی، اور بات کی گئی اور اتنا مضبوط قانون بنا کہ پارلیمنٹ کا کوئی قانون بھی اس کی تہذیب اور روایت اور کلچر کو ختم نہیں کرسکتا۔ اور یہ بات تو کل کی ہے، کہ تازہ اسٹیٹ جھارکھنڈ بنا، جب آدی باسیوں کو اپنی تہذیب خطرے میں نظر آئی، جب اسے اپنی ثقافت مٹتی نظر آئی، تو تحریک چلی اور ایسی تحریک کہ رانچی ہوائی اڈے پر جہاز اترنا بھی بند ہوگیا۔ حکومت کو تسلیم کرنا پڑا، جھارکھنڈ الگ کرنا پڑا، اور آدیباسیوں کی تہذیب کے تحفظ کی ضمانت دینی پڑی۔

یہ جو یکساں سول کوڈ کی بات کی جاتی ہے، میں بہت صاف لفظوں میں کہا کرتا ہوں کہ اگر ایمانداری سے جائزہ لیا جائے تو اسے نہ تو ہمارے ہندو بھائی پسند کرینگے اور نہ مسلمان، نہ سکھ بھائی پسند کرینگے، اور نہ عیسائی بھائی پسند کرینگے۔

ہمارے ہندو بھائیوں کا بھی اپنا سسٹم اور ریت رواج ہے شادی کا، اور وہ اسی سسٹم اور روایت کے تحت اپنی شادیاں کیا کرتے ہیں اور یہ رواج ہندوستان کے مختلف علاقوں میں الگ الگ ہے، اتر ہندوستان میں کچھ اور رواج ہے، دکھن ہندوستان میں کچھ اور، اور دونوں ایک دوسرے کی ضد ہے اور اس تضاد کے باوجود ہر جگہ اپنے اپنے مقام پر اس پر عمل ضروری —— ہمارے ہندو بھائیوں کا اُتر ہندوستان میں گوتر کا طریقہ ہے، گوتر دیکھتے ہیں اور پانچ نسل تک اوپر دیکھتے ہیں کہ کہیں رشتہ ملا ہوا تو نہیں ہے۔ اگر پانچ پیڑھیوں تک کہیں کوئی رشتہ داری ملی ہوئی نہیں ہوتی ہے تب تو پنڈت جی اجازت دیتے ہیں کہ ہاں بھائی یہاں پر سات پھیرے لگائے جائیں گے، لیکن اگر کہیں لنک مل گیا تو سات پھیرے نہیں لگیں گے اور شادی نہیں ہوگی۔ یہ روایت قائم ہے اور اس روایت کے مطابق اُتّر ہندوستان میں شادیاں ہورہی ہیں۔ (بقیہ صفحہ ۱۴ر پر)

اچھی باتیں

''زندگی میں قدم اور قلم ہمیشہ سوچ سمجھ کر اٹھانا چاہیے ☆ دو دفعہ پوچھ لینا ایک غلط راہ اختیار کرنے سے بہتر ہے ☆ اگر کوئی اپنی برائیوں پر قابو پانا چاہتا ہو تو وہ سچ بولنا شروع کردے ☆ کسی کے راز تلاش نہ کرو اگر نظر آجائے تو فاش نہ کرو ☆ اگر آپ پنسل بن کر کسی کی خوشیاں نہیں لکھ سکتے تو کوشش کیجیئے کہ ربڑ بن کر کسی کے غم مٹادیں ☆ ادب کا دروازہ اتنا چھوٹا اور تنگ ہوتا ہے کہ اس میں داخل ہونے سے پہلے سر کو جھکانا پڑتا ہے ☆ غصہ اس سلگتی ہوئی لکڑی کی مانند ہے جو دوسروں کو جلانے سے پہلے خود جلتی ہے۔ ☆ اچھی باتیں پڑھنے کی عادت ہو تو اچھی باتیں کرنے کی عادت بن جاتی ہے۔'' (حاصل مطالعہ ومشاہدہ)

بلا تبصرہ

''اکیسویں لا کمیشن نے اس موضوع کا تفصیلی اور جامع جائزہ لینے کے بعد پایا کہ یکساں سول کوڈ کی اس مرحلہ پر کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی یہ مطلوب ہے، لا کمیشن کی سفارشات میں یکساں سول کوڈ کو غیر ضروری قرار دیے جانے کے بعد اس پر دوبارہ مشاورت کا عمل مودی حکومت کے پولرائزیشن کے ایجنڈے کو آگے بڑھانا اور اس کی واضح ناکامیوں سے توجہ ہٹانے کی کوشش ہے، لا کمیشن نے اپنی ایک سو بیاسی (۱۸۲) صفحات پر مشتمل خاندانی قانون کی اصلاحات کی رپورٹ میں کہا تھا کہ ہندوستانی ثقافت کے تنوع کا جشن منانا چاہیے اور اس عمل میں مخصوص گروہوں یا معاشرے کے کمزور طبقات کو نقصان نہیں پہونچانا چاہیے، اس تنازعہ کا حل تمام اختلافات کو ختم کرنا نہیں ہے۔'' (انقلاب ۲ر جولائی ۲۰۲۳ء)

اللہ کی باتیں----رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

خاندانی رشتوں کو مضبوط بنائیے

''اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، جس نے تم کو ایک ہی جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورت پھیلائے اور اللہ سے ڈرتے رہو، جس کا واسطہ دے کر ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قرابتوں کے بارے میں ڈرتے رہو، بے شک اللہ تم لوگوں پر نگراں ہیں'' (سورہ نساء، آیت:۱)

تشریح: قرآن مجید نے انسانی وحدت کا ایک عالمی تصور پیش کرتے ہوئے کہا کہ پوری انسانیت ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہے، کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی کالے کو گورے پر اور کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں، گویا قرآن مجید نے انسانوں کی بنائی ہوئی تمام تفریقات کو توڑ دیا اور بتلایا کہ فخر وعزت کی چیز درحقیقت ایمان اور تقویٰ ہے ''ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم'' اللہ کے نزدیک تم میں سب سے معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے، یہاں رنگ ونسل اور علاقہ وزبان کی بنیاد پر تفریق کی قطعاً گنجائش نہیں، اس لئے خطبہ نکاح کے وقت قاضی نکاح جن آیات کی تلاوت کرتا ہے، ان میں ایک آیت یہ بھی ہے ازدواجی حقوق صرف شرعی اور قانونی نہیں، بلکہ ان میں طبعی اور نفسیاتی حقوق بھی ہیں جو فطرۃ ایک دوسرے کی خیر خواہی اور باہمی تعاون پر آمادہ کرتی ہے، انسان میں طبعی طور پر دوستی اور محبت کا جذبہ موجزن رہتا ہے، جو اس کے دکھ درد، مصیبت وپریشانی اور ہزاروں منتشر افکار میں قلبی سکون کا ذریعہ بنتی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ کام نکاح کے ذریعہ ہی پایہ تکمیل کو پہونچ سکتا ہے، البتہ بیوی صنفی طور پر نازک اور کمزور ہوتی ہے اور شوہر (مرد) جسمانی اعتبار سے توانا وتندرست ہوتا ہے، اسلئے کہ دوستی اور محبت میں بھی خوف خدا کا تصور غالب رہے اور بیوی پر زیادتی اور زور آزمائی سے بچا جائے اور نظم واتحاد کے ساتھ زندگی بسر کی جائے اور طاقت وقوت کی برتری کا ہرگز مظاہرہ نہ ہو کہ باہمی ربط وتعلق میں شگاف پیدا ہو جائے، مگر ستم ظرفی کہئے کہ جو مذہب عالمگیر وحدت کا داعی وپیامبر ہے، آج خود اس کے پیروکار خاندانی ونسلی برتری اور قوت وتوانائی کی بنیاد پر اونچی اونچی دیواریں کھڑی کردیں، جس سے خاندانی نظام کے تانے بانے بکھرنے لگے ہیں، میاں وبیوی کا جو رشتہ عبادت کے جذبہ سے قائم ہوا تھا وہ اونچ نیچ کے قانون میں تقسیم ہوگیا اور آج اس کی وجہ سے دل کا سکون مفقود ہوتا جارہا ہے۔

حالانکہ اسلام نے خاندانی رشتوں کو مضبوط ومستحکم کرنے کے لئے ہر ایک کے حقوق کو الگ الگ بیان کیا تاکہ انسانی زندگی میں خیر وبرکت اور امن وسکون کی فضا قائم ہوسکے اور معاشرہ امن وامان کا گہوارہ بن سکے، اس لئے خطبہ نکاح میں مذکورہ آیت کی تلاوت ہوتی ہے، چونکہ دولہا اور دلہن ایک نئی زندگی میں قدم رکھ رہے ہیں، قدم قدم پر اللہ سے ڈرتے رہیں اور حقوق کی ادائیگی کا پاس ولحاظ رکھیں۔

آزمائش، بلندی مراتب کا ذریعہ

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مصیبت ہمیشہ مومن بندہ اور مومن بندی کے ساتھ رہتی ہے، اس کی ذات میں بھی اور اس کی اولاد میں بھی اور اس کے مال میں بھی، یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملاقات کرتا ہے کہ اس کے ذمہ کوئی گناہ نہیں ہوتا'' (ترمذی شریف، ابواب الزہد)

مطلب: انسانیت کی تاریخ بتلاتی ہے کہ کامیابی اور قربت خداوندی ابتلاء وآزمائش کے بعد ہی حاصل ہوتی ہے، انبیاء علیہم السلام کی پوری سیرت، صحابہ کرام، تابعین وتبع تابعین کے حالات زندگی پر نظر رکھنے والے مؤرخین وسیرت نگار کی نگارشات اس بات کی شاہد ہیں کہ ان نفوس قدسیہ کو بلند مراتب آزمائشوں کے بعد ملے ہیں، یہ آزمائشیں ہر قسم کے گرد وغبار اور میل کچیل کو دور کرنے کے لئے ہوتی ہیں، ایک جگہ جناب ماہر القادری نے لکھا ہے کہ قدرت جس کو بڑا بنانا چاہتی ہے، اسے آزمائش کی بھٹیوں میں تپاتی اور غم والم کے خارداروں سے گذارتی ہے، پہلے غموں سے قلب میں گداز پیدا کیا جاتا ہے کہ اس گداز کو دوسروں کی غم خواری کے کام آتا ہے اور سانحے طبیعت میں نکھار پیدا کرتے ہیں، عیش ومسرت دنیا کی بڑی شخصیتوں کو جان بوجھ کر دور رکھا جاتا ہے، آلام ومصائب کے افق سے ہی عظمتوں اور بلندیوں کے آفتاب طلوع ہوا کرتے ہیں، قدرت کا یہی دستور اور یہی مصلحت ہے (دریتیم، ص:۵۳) اسی لئے ایک صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! سب سے زیادہ آزمائش کس کی ہوئی ہے، فرمایا: انبیاء کی، پھر جو ان کے قریب تر ہو، پھر جو ان کے قریب تر ہو، آدمی کو اس کے دین کے مطابق آزمایا جاتا ہے، پس اگر وہ اپنے دین میں پختہ ہو تو اس کی آزمائش بھی کڑی ہوتی ہے اور اگر اس کے دین میں کمزوری ہو تو اسے اس کے دین کے بقدر آزمائش میں ڈالا جاتا ہے، پس آزمائش بندے کے ساتھ ہمیشہ رہتی ہے، یہاں تک کہ اس کو ایسا کر چھوڑتی ہے کہ وہ زمین پر ایسی حالت میں چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا (ترمذی شریف) اس کے معلوم ہوا کہ کسی شخص کا مصائب وتکالیف اور تنگی وبیماری میں مبتلا ہونا اس کے مردود ہونے کی علامت نہیں ہے، اس سلسلہ میں مولانا عبدالماجد دریابادیؒ نے بڑی عمدہ بات کہی ہے کہ آزمائش خداوندی سے مقصود نتائج کو دنیا پر ظاہر کردینا ہوتا ہے اور حق تعالیٰ کو تو یہ علم ظاہر ہے کہ ہمیشہ سے ہے، زمین وآسمان کا فرق ہے، اس چوٹ کے درمیان جو دشمن کے ہاتھ سے پہونچتی ہے اور اس نشتر کے جو شفیق ڈاکٹر لگاتا ہے کہ ایک کی بنیاد تمام تر بدخواہی پر ہوتی ہے اور دوسرے کی یکسر اخلاص پر، عام انسانوں کو جو دکھ درد دنیا میں پہونچتے رہتے ہیں، اس سے کتنی مختلف وہ تکلیفیں ہوتی ہیں، جو محض بہ طور آزمائش اور محض ازدیاد مراتب کی خاطر ایک مومن کو حکیم مطلق وشفیق مطلق پروردگار کی طرف سے پہونچائی جاتی ہے (تفسیر ماجدی:۲۷۰) لہذا آزمائش خداوندی میں جس کے جتنے زیادہ عقیدے مضبوط ہوں گے، اسی قدر اس کے دل کی دنیا میں امن وسکون حاصل رہے گا، اس لئے مومنانہ شان یہ ہے کہ وہ صبر آزما حالات میں خندہ پیشانی سے تکالیف کو برداشت کرے، زبان پر کوئی حرف شکایت نہ لائے، یہی وہ عشق ومحبوبیت کا مقام ہے جہاں سے شان عبدیت نمایاں ہوتی ہے اور انسان کے مراتب بلند ہوتے ہیں۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

کیا مسلم پرسنل لا میں لڑکا اور لڑکی دونوں کا حصہ برابر ہوسکتا ہے

س: مسلم پرسنل لا میں لڑکے کو دو حصہ تو لڑکی کو ایک حصہ دیا جاتا ہے، کیا کوئی ایسا قانون بنایا جاسکتا ہے، جس میں لڑکا اور لڑکی دونوں کا حصہ برابر ہو، کیا مسلمانوں پر ایسے قانون کی پابندی لازم ہوگی؟

ج: قانون وراثت کسی انسان کا بنایا ہوا قانون نہیں ہے کہ جب چاہیں بدل دیں اور جو چاہیں ترمیم کردیں، بلکہ یہ اس پاک پروردگار کا قانون ہے جو سارے جہاں کا رب ہے، جس کا ہر فیصلہ اور قانون عدل وانصاف اور حکمت پر مبنی ہے، اس نے وراثت کی تقسیم کا نظام خود اپنے ہاتھ میں لیا، سورۃ النساء، آیت نمبر ۱۱/۱۲/اور ۱۷۶/ میں بڑی تفصیل کے ساتھ اس کا قانون بنایا، وارثین کی تفصیل اور ان کے حصہ کی تعیین کی اور فرمایا کہ یہ قوانین اللہ کی قائم کی ہوئی حدیں ہیں، جن پر قائم رہنا دخول جنت کا سبب ہے اور ان سے تجاوز کرنا جہنم کو دعوت دینا ہے:

''تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ یُدْخِلْہُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْہٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا وَ ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ☆ وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَ یَتَعَدَّ حُدُوْدَہٗ یُدْخِلْہُ نَارًا خَالِدًا فِیْہَا وَ لَہٗ عَذَابٌ مُّہِیْنٌ'' (سورۃ النساء:۱۳-۱۴)

اس نے لڑکے اور لڑکی کا حصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر لڑکی کے ساتھ لڑکا بھی ہو تو لڑکا کو لڑکی کے حصہ سے دوگنا ملے گا، یعنی ایک حصہ لڑکی کو تو دو حصہ لڑکا کو ملے گا۔

اور اگر لڑکی کے ساتھ لڑکا نہ ہو اور لڑکی ایک ہو تو اس کو میت کے کل ترکہ کا نصف ملے گا اور اگر دو یا دو سے زیادہ ہوں تو دو تہائی میں سب شریک ہوں گی:

''یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ فَاِنْ کُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَیْنِ فَلَہُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَکَ وَ اِنْ کَانَتْ وَاحِدَۃً فَلَہَا النِّصْفُ'' (النساء:۱۱)

یہ اللہ تعالیٰ کا واضح قانون ہے جس میں کسی طرح کی کوئی تبدیلی یا ترمیم قیامت تک نہیں ہوسکتی، کیوں کہ یہ اختیار خود صاحب قرآن نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں تھا:

''وَ اِذَا تُتْلٰی عَلَیْہِمْ اٰیَاتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَیْرِ ہٰذَا اَوْ بَدِّلْہُ قُلْ مَا یَکُوْنُ لِیْ اَنْ اُبَدِّلَہٗ مِنْ تِلْقَآءِ نَفْسِیْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰی اِلَیَّ اِنِّیْ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ'' (سورۃ یونس:۱۵)

ترجمہ: جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں، جو بالکل واضح ہیں تو وہ لوگ جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے وہ یہ کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ دوسرا قرآن لائیے، یا کم از کم اس میں ترمیم کردیجئے (اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا) آپ کہہ دیجئے کہ میں اس میں اپنی طرف سے کچھ بھی ترمیم یا تبدیلی نہیں کرسکتا، بس میں تو اسی کی اتباع کرتا ہوں جو میرے پاس بذریعہ وحی پہونچا ہے اور اپنے رب کے حکم کی خلاف ورزی پر مجھے ایک بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

اگر کوئی اس قانون کو بدلتا ہے تو وہ قانون شریعت پر بہت بڑا ظلم شمار ہوگا جو کسی حال میں بھی قابل قبول نہیں ہوگا اور مسلمانوں پر لازم وضروری ہوگا کہ وہ ہر حال میں اپنے رب کے قانون پر عمل کرے اور اس کے خلاف کوئی قانون تھوپا جائے تو اس کو بالکل مسترد کردے، کسی ایمان والی اللہ کی بندی کے لئے جائز نہیں ہوگا کہ وہ قانون خداوندی کو جاننے کے بعد کسی باطل قانون کا سہارا لے اور اپنے بھائیوں سے برابر برابر حصہ کا مطالبہ کرے:

''وَ مَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَہُمُ الْخِیَرَۃُ مِنْ اَمْرِہِمْ وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا'' (سورۃ الاحزاب:۳۶)

مسلم پرسنل لا میں لڑکیوں کا حصہ لڑکوں سے کم کیوں ہے؟

س: مسلم پرسنل لا میں لڑکے اور لڑکیوں کے حصہ میں فرق کی وجہ کیا ہے؟

ج: ایمان والوں کی شان یہ ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول کا کوئی حکم اور فیصلہ آجائے تو بلا چوں وچرا اس کو تسلیم کرے اور اس پر عمل کرے، اسی میں اس کی کامیابی ہے، اس کی علت وحکمت کے پیچھے نہ پڑے:

''اِنَّمَا کَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْا اِلَی اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ لِیَحْکُمَ بَیْنَہُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الْمُفْلِحُوْنَ'' (سورۃ النور:۵۱)

لہذا جب اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث مبارکہ میں جس وارث کا جو حصہ مقرر کردیا، ہم نے اس کو بلا لیت ولعل قبول کیا، ہمیں اس کی علت وحکمت میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے، تاہم حضرات محدثین وفقہاء کرام نے لڑکے اور لڑکی کے حصے کے درمیان فرق کی علت وحکمت کو بیان کیا ہے، چنانچہ شارح مسلم علامہ نوویؒ بہت ہی اچھی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''چوں کہ عورتوں کے بالمقابل مردوں کے اخراجات اور ان پر مالی بوجھ زیادہ ہے، مثلاً ماں باپ کا نفقہ، ان کے علاج ومعالجہ کی ذمہ داری، بیویوں اور نابالغ اولاد کا نفقہ وسکنیٰ، بچوں کی تعلیم اور ان کی شادی بیاہ کے اخراجات، مہمانوں کی ضیافت، مسافروں اور محتاجوں کی معاونت وغیرہ مردوں ہی سے متعلق ہے، عورتوں پر عام حالات میں کوئی مالی ذمہ داری عائد نہیں ہوئی ہے، اس لئے ترکہ میں مردوں کا حصہ بھی زیادہ مقرر کیا گیا ہے۔

''وحکمتہ ان الرجال تلحقھم مؤون کثیرۃ بالقیام بالعیال والضیافات وارفاد القاصدین ومواساۃ السالکین وتحمل الغرامات وغیر ذالک'' (النووی علی مسلم:۲/۳۵)

بہرحال قانون میراث اس ذات عالی کا بنایا ہوا قانون ہے جو حکیم بھی ہے اور اس کا کوئی عمل حکمت سے خالی نہیں ہے، لہذا ہمیں ہر حال میں اس کے حکم پر عمل کرنا ہے، خواہ اس کی حکمت سمجھ میں آوے یا نہ آوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 63/73 شمارہ نمبر 26 مورخہ ۲۸؍ذی الحجہ ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۷؍جولائی ۲۰۲۳ء بروز سوموار

عربی زبان وادب سے بے توجہی

عربی زبان وادب کے امتیازات وخصوصیات میں سب سے بڑی خصوصیت اس کا قیامت تک باقی رہنا ہے، کیوں کہ یہ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی زبان ہے، اور اللہ نے اپنے کلام کی حفاظت ''اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ'' کہہ کر خود لے لی ہے، اور جب قرآن کریم کو محفوظ رہنا ہے تو کتاب کی زبان عربی مبین کو کیوں کر ختم کیا جا سکتا ہے، دنیا کی بہت ساری زبانوں کا وجود باقی نہیں رہا یا وہ لکھنے بولنے کی زبان کے بجائے میوزیم میں پائی جانے والی زبان بن گئی ہے، عربی زبان وادب کے ساتھ ایسا ہونے کا کہیں کوئی شائبہ نہیں ہے۔

اس کی دوسری خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ ہماری علمی، ادبی، مذہبی اور ثقافتی زبان ہے، بہت سارے ملکوں کی یہ عوامی اور سرکاری زبان ہے، جس کی وجہ سے عربی زبان پر قدرت رکھنے والوں کے لیے معاش کے حصول کے بہترین مواقع یہاں حاصل ہیں، یہی وجہ ہے کہ برصغیر ہندو پاک اور بنگلہ دیش کے باشندگان بڑی تعداد میں ان ممالک میں حصول روزگار کے کے لیے فروکش ہیں اور برصغیر ہی کیا، دنیا کے ہر ملک سے لوگ یہاں معاش کی تلاش میں آتے ہیں، اور روزگار سے لگ کر نہ صرف اپنے خاندان کی کفالت کرتے ہیں، بلکہ یہ ہندوستان اور دوسرے ملکوں کے لیے غیر ملکی زرمبادلہ کی شکل میں اپنے اپنے ملک کے معاشی نظام کو مستحکم کرنے کا بڑا ذریعہ ہیں، آپ کو یاد ہوگا کہ ماضی قریب میں سری لنکا اور پاکستان میں زرمبادلہ کے ذخیرہ کی کمی کی وجہ سے کیسے حالات پیدا ہو گیے تھے، ایسا اس لیے ہوا کہ غیر ملک کو سامان درآمد اور برآمد کرنے میں ملکی کرنسی کے بجائے غیر ملکی زرمبادلہ کی ضرورت پڑتی ہے، عرب ممالک میں کام کرنے والے اس ضرورت کی تکمیل کرتے ہیں۔

اس زبان کی اہمیت اس لیے بھی ہے کہ ہمارا بڑا علمی ذخیرہ قرآن وحدیث، تفسیر وفقہ اور ادب کا اس زبان میں محفوظ ہے، یہ ایک مالدار زبان ہے اس لیے کہ جتنی تعبیرات اور ایک شئی کے لیے جتنے الفاظ کمیت وکیفیت کے تغیر وتبدل کو واضح کرنے کے لیے اس زمان میں موجود ہیں، ایسا کسی دوسری زبان میں نہیں ہے۔

ان خصوصیات وامتیازات نیز اہمیت کا تقاضہ ہے کہ اسے مدارس اسلامیہ اور یونیورسیٹیوں میں زندہ زبان کی حیثیت سے پڑھایا جائے، اور اس قدر مہارت پیدا کر دی جائے کہ وہ طلبہ کی عام بول چال کی زبان بن جائے، صرف عبارتوں کے سمجھنے، مسائل کے حل کرنے اور جزئیات کو ذہن نشیں کرانے کی زبان کی حیثیت اسے نہ دی جائے، بلکہ اسے بول چال کی زبان مشق وتمرین کے ذریعہ بنائی جائے، اس کے لئے ضروری ہے کہ تقلیدی اور روایتی انداز کو ترک کرکے براہ راست اس زبان میں لکھایا، پڑھایا جائے، انداز ترجمہ کا نہ ہو بلکہ طریقۂ تعلیم میں میڈیم عربی رکھا جائے تو یہ کام انتہائی آسان ہو جائے گا۔

بدقسمتی سے ہمارے مدارس اسلامیہ اور دانش گاہوں میں عربی ادب کو ایک مضمون کے طور پر پڑھایا جاتا ہے، جس سے کتابیں حل ہو جاتی ہیں اور امتحان میں لڑکے کامیاب بھی ہو جاتے ہیں، لیکن ان کے اندر بول چال اور لکھنے کی مضبوط صلاحیت نہیں پیدا ہوتی، مشق وتمرین اور عربی بول چال کا ماحول بنا کر اس کام کو بحسن وخوبی انجام دیا جا سکتا ہے، اس کے لیے ماہر اساتذہ کی بھی ضرورت ہے، جو مدارس میں تنخواہ انتہائی کم ہونے کی وجہ سے نہیں مل پاتے۔

ہماری درسگاہوں سے جو قیمتی جواہر نکلتے ہیں اور عربی زبان وادب میں ممتاز ہوتے ہیں وہ حصول معاش کے لیے عرب کا رخ کرتے ہیں یا یونیورسیٹیوں کی راہ لیتے ہیں اور ہمارے مدارس کو اچھے اساتذہ نہیں مل پاتے، ہم اچھی تنخواہ اور سہولت دے کر عربی زبان وادب کے ماہرین کو اس کام پر لگا سکتے ہیں، معاملہ عربی ادب کو قرآن واحادیث کے زبان کے ناطے خصوصی توجہ کا ہے، عربی میں مہارت سے نصوص کا سمجھنا اور سمجھانا آسان ہوگا، اور ہم اس کو دوسری زندہ زبانوں کی طرح برت سکیں گے، یہ بھی ایک کام کرنے کا ہے جس سے دنیا کی فراہمی کے ساتھ ساتھ آخرت کی دولت بھی نصیب ہوگی، خانقاہ رحمانی مونگیر میں حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم نے ایسا نظام بنایا ہے کہ حفظ کے بچے عربی زبان بولنے پر قادر ہو جاتے ہیں، خواہش مند لوگوں کو اس نظام کو قریب سے جا کر دیکھنا اور سمجھنا چاہیے اور ممکن ہو تو اسے ہر مدرسہ میں رائج کرنا چاہیے۔

اسکولوں میں آن لائن حاضری

سرکاری اسکولوں میں طالب علموں کی گھٹتی تعداد اور اساتذہ کی غیر حاضری کی شکایتوں کے پیش نظر یکم اگست سے اساتذہ اور طلبہ کی حاضری کو آن لائن کر دیا جائے گا، یہ حاضری آمد ورفت دونوں کے وقت بھیجی جانی ہے، مدرسہ بورڈ کے مدارس میں یہ حاضری رجسٹر کی فوٹو کے ذریعہ ہو رہا تھا، اب ہو سکتا ہے وہاں بھی یہ سلسلہ جاری ہو جائے۔

یہ ایک اچھا قدم ہے، اس کی وجہ سے اساتذہ کی زبان میں ''فرنچ لیو'' پر پابندی لگے گی، رخصت اتفاقیہ کی درخواست دے کر غائب رہنے اور آئندہ دن آکر حاضری بنانے پر بھی روک لگے گی، بعض سر پھرے استاذ اور استانیاں صدر مدرس سے سی ایل چڑھانے پر جھگڑ لیتے تھے، جس سے اسکول میں پڑھنے والے طلبہ وطالبات اور استاذ واستانیوں پر بُرا اثر پڑتا تھا، اس سے بھی نجات ملے گی، حاضری کا تناسب بڑھے گا اور کار طفلاں جو تمام ہوتا جا رہا تھا اس پر بڑا فرق پڑے گا، طلبہ کی حاضری ہوگی تو پڑھائی کا ماحول بھی بنے گا، اور طلبہ وطالبات کی دلچسپی اسکول سے بڑھے گی، ابھی بیش تر اسکولوں میں طلبہ کی حاضری مڈ ڈے میل کے حصول کے لیے ہوتی ہے اور کھانا کھا کر طلبہ وطالبات رفو چکر ہو جاتے ہیں، پہلے استاذ سکنڈ ہاف میں خوش گپیوں میں مشغول رہتے تھے اور استانیاں سوئٹر بننے میں، اب سوئٹر بننے کا کام بند ہو گیا ہے، چنانچہ استانیاں بھی خوش گپیوں میں شریک ہو جاتی ہیں، ان حالات میں گارجین حضرات یہ سمجھتے تھے کہ لڑکوں کو اگر پڑھانا ہے تو کسی کنونٹ یا پرائیوٹ اسکول کا سہارا لیا جائے، چنانچہ سرکاری اسکولوں میں داخل بیش تر بچے کھانا اسکول میں دن کا کھاتے ہیں اور پڑھائی کہیں اور کرتے ہیں۔

استثنا سب جگہ ہوتا ہے، یہاں بھی ہے، لیکن بیش تر اسکولوں کا حال وہی ہے، جس کا ذکر اوپر کیا گیا، شہری اسکولوں میں کم اور دیہاتی اسکولوں میں زیادہ، شہری اسکولوں کی طرف تعلیمی افسران کا رخ زیادہ ہوتا ہے، کسی کسی دن تو الگ الگ کٹیگری کے افسران دن میں دو بار بھی آدھمکتے ہیں اور دارو گیر کرتے ہیں، دارو گیر کو نرم کرنے بلکہ ختم کرنے کا رجحان بھی ہندوستانی روایات کے مطابق ہے، اور اس سے بھی کام چلا لیا جاتا ہے، لیکن برابر ایسا نہیں کیا جا سکتا، اس لیے یہ نسخہ بھی ہمیشہ کام نہیں آتا، بعض سخت گیر افسران ہوتے ہیں جن کے یہاں داد ودہش کا مفہوم آج بھی رشوت ہے، وہ کسی طرح مینیج نہیں ہو پاتے، دراصل ایسے ہی افسران سے لوگ صحیح رخ پر جا پاتے ہیں، ظاہر ہے یہ فیصلہ اساتذہ اسکول کو راس نہیں آ رہا ہے، لیکن راس آوے یا نہیں ''راست'' یہی ہے۔

غیر اخلاقی حرکت

سوشل میڈیا پر اپنی رائے ظاہر کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد ہے، مختلف ناموں سے گروپ موجود ہیں جن کو کسی خاص مقصد کے لیے بنایا گیا ہے، بناتے وقت پہلے سے ایڈمن کے پاس جتنے نمبرات موجود ہیں، سب کو گروپ میں شامل کرکے دم لیتے ہیں، جن کو شامل کیا جا رہا ہے ان سے اجازت لینے کی ضرورت بھی محسوس نہیں ہوتی، شاید باید اِکا دُکا اور خال خال کوئی پوچھ لیتا ہے، ورنہ بیش تر ایڈمن حضرات اس جرم کے مرتکب ہوتے ہیں، اخلاقی تقاضہ تو یہ ہے کہ جب آپ کسی کا نمبر دوسرے کو شیر کرتے ہیں تو اس کی بھی اجازت لینی چاہیے، کیوں کہ جس کا نمبر آپ دے رہے ہیں وہ آپ سے مربوط رہنے پر تو راضی ہے، وہ دوسرے سے بھی تعلق رکھنا چاہتا ہے یا نہیں، یہ اس کی مرضی پر منحصر ہے، اور مرضی جاننے کے لیے اجازت ضروری ہے۔

آپ نے بغیر اجازت اسے اپنے گروپ میں شامل کر لیا تو آپ نے اس کا نمبر گروپ کے ہر رکن تک ٹرانسفر کر دیا، یہ غیر اخلاقی حرکت ہے، اب یہ گروپ کے لوگ اناپ، شناپ، اول، جلول پیغام پوسٹ کرتے رہتے ہیں، ان میں رطب ویابس بھی ہوتا ہے، غلط خبریں بھی ہوتی ہیں، لعن طعن بھی کیا جاتا ہے اور گالیوں تک سے پرہیز نہیں کیا جاتا ہے، اور یہ سب کچھ عام طور سے بغیر پڑھے ہی کر دیا جاتا ہے، ادھر دو تین پوسٹ پر میں نے بھیجنے والے کو توجہ دلائی ہے تو اس نے اقرار کیا کہ ہم نے بغیر پڑھے صرف سرخی دیکھ کر اپنی رائے لکھ دی تھی، ایک نے تو باضابطہ رجوع نامہ لکھ کر ڈالا۔ سرخی اور عنوان پڑھ کر کسی نتیجہ تک پہونچنا ممکن نہیں ہوتا کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ سرخی لگانے والوں نے غلط سرخی لگا دی ہو اور اندر کے مندرجات اس سرخی کے برعکس ہو، محبت نامہ میں تو یہ ہو سکتا ہے کہ آدمی ''خط کا مضمون بھانپ لیتا ہوں لفافہ دیکھ کر'' کہنے کی پوزیشن میں ہو، لیکن خبریں، مضامین، مراسلات ومقالات میں اس کی گنجائش نہیں ہوتی، جب آپ باقاعدہ مطالعہ کریں گے تو ہو سکتا ہے کہ آپ کی رائے مضمون نگار کے مطابق ہو جائے، اگر مطابق نہ ہو تو بھی گالیاں دینے اور بُرا بھلا کہنے کا جواز کسی درجہ میں نہیں ہے، قاری کو اس کا حق تو ہے کہ وہ یہ کہے کہ ہماری رائے اس سے الگ ہے، ہم صاحب مضمون اور مقالہ نگار سے متفق نہیں ہیں، وہ یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ میرے علم کے مطابق یہ بات صحیح نہیں ہے، لیکن مضمون پر غیر علمی بنیادوں پر تنقید کا کوئی حق نہیں ہے۔

ایسی تنقید صرف برائے تنقیص ہوتی ہے، صحیح طریقۂ کار یہ ہے کہ مضمون شروع سے اخیر تک پڑھیے، جن جملوں میں آپ کو علم کی تعبیر کی، فکر کی اور اسلوب کی غلطی نظر آئے اس کا تجزیہ کیجئے، تجزیہ کرتے وقت یہ بھی دھیان رہے کہ ممکن ہے آپ جو کچھ لکھ رہے ہیں وہ آپ کے اپنے علم کے اعتبار سے ہو، صحیح وہی ہو جو مضمون میں لکھا گیا ہو، کسی نے کوئی لقب کسی شخص کو دیا وہ مشہور بھی ہوا، لیکن آپ کے علم میں یہ بات نہیں تھی۔ خوب اچھی طرح یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ہر آدمی اپنے مبلغ علم سے لکھتا ہے، وہ آپ کے علم، تجربہ اور مشاہدہ سے لکھنے کا نہ تو پابند ہے اور نہ ہی یہ ممکن ہے۔

سوشل میڈیا پر وھاٹس ایپ یونیورسیٹی کے شرکاء اس طرح اپنی رائے لکھتے ہیں جیسے اس فن پر انہوں نے پی ایچ ڈی کر رکھی ہو، حالاں کہ اگر اندر تک جائیں اور صرف پوسٹ کا تجزیہ کریں تو معلوم ہوگا کہ نہ ان کی فکر صائب ہے، نہ زبان ان کو آتی ہے، تذکیر وتانیث کی فاش غلطیاں، رسم الخط خلاف قاعدہ اور جملے بے ترتیب، ایسے لوگ بھی تال ٹھوک کر میدان میں آ جاتے ہیں اور اپنی غلطیوں کے پشتارے کو جواز عطا کرنے کے لیے ایسی ایسی تاویلیں کریں گے کہ اچھا خاصہ آدمی پاگل ہو کر رہ جائے۔ پھر اس کی حمایت میں بھی کچھ لوگ اتر آتے ہیں اور پھر غیر ضروری بحثوں کا ایسا طویل سلسلہ چل پڑتا ہے کہ الامان والحفیظ۔

ضرورت اس طریقہ کار کو بدلنے کی ہے۔ ایک تو یہ کہ بغیر اجازت گروپ میں کسی کا نمبر شامل نہ کریں، غیر ضروری پوسٹ ڈال کر اپنا اور دوسروں کا وقت خراب نہ کریں، بات سمجھ میں نہیں آ رہی تو سمجھنے کی کوشش کریں، اس کوشش میں آپ اپنے اساتذۃ اور دوستوں کو بھی شامل کر سکتے ہیں، آپ جو کچھ لکھتے اور بولتے ہیں، اس سے آپ کی ذہنی افتاد بلکہ خاندانی تربیت کا بھی پتہ چلتا ہے، جب تک آپ کچھ نہیں لکھتے بولتے ہیں اس وقت تک آپ کا عیب وہنر چھپا رہتا ہے، مشہور ہے کہ

تا مرد سخن نگفتہ باشد — عیب وہنرش نہفتہ باشد

اپنی کمی کوتاہیوں کو فاش نہ کریں اسے راز میں ہی رہنے دیں، یہ آپ کی دنیاوی عزت اور اخروی نجات کے لیے بھی بہتر اور ضروری ہے، اللہ رب العزت نے آپ کی گفتگو پر پہرہ بٹھا رکھا ہے، بے اختیار نوک قلم پر یہ مصرعہ آ گیا۔

لفظ لفظ تو لیے پھر زبان کھولیے

یادگار زمانہ

✍: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

ابوالمحاسن مولانا محمد سجادؒ اور مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کا قیام 19 / شوال 1339ھ=26 جون 1921ء کو ہوا تھا، اس وقت بانی امارت شرعیہ مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد کی عمر اکتالیس (41) سال (ولادت صفر 1299ء دسمبر 1881ء) تھی، اور مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی (ولادت 1318ھ–1900ء وفات 2 اگست 1962ء) عمر کے اعتبار سے اکیس (21) سال کے تھے، امارت شرعیہ کے قیام کے بعد 1922ء میں انہوں نے دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت پائی، مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد جمعیت علماء کے قیام کی مجلس امرتسر میں شریک تھے، اس سے قبل خلافت کانفرنس دہلی میں بھی ابوالمحاسن مولانا محمد سجاد نے شریک ہوکر تقریر فرمائی تھی، بقول سحبان الہند مولانا احمد سعید دہلوی اس تقریر کو سن کر ”کوئی آنکھ اور کوئی دل ایسا نہیں تھا جس نے اثر قبول نہ کیا ہو“ (حیات سجاد مضمون مولانا احمد سعید دہلوی)

سحبان الہند مولانا احمد سعید دہلوی (ولادت 1306ھ=1888ء) اور مولانا محمد سجاد کی عمر میں صرف نو (9) سال کا فاصلہ تھا، اس کے باوجود مولانا احمد سعید نہ صرف ان سے عقیدت ومحبت رکھتے تھے؛ بلکہ باپ کی طرح سمجھتے تھے، چنانچہ لکھتے ہیں: ”مولانا مجھ سے اپنی اولاد کی طرح محبت کرتے تھے اور میں بھی ان کی عزت اور ان کا احترام باپ کی طرح کرتا تھا اور بعض جلسوں میں میں نے ان کی موجودگی میں ان تعلقات کا اظہار بھی کیا تھا“ (حیات سجاد) جب سحبان الہند مولانا احمد سعید (م 3 جمادی الثانیہ 1379ھ=4 دسمبر 1959ء) کا عمر میں زیادہ تفاوت نہ ہونے کے باوجود یہ حال تھا تو مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی سے تعلقات کی نوعیت کیا رہی ہوگی، اسے بآسانی سمجھا جاسکتا ہے۔ مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد جمعیت علماء ہند کے ذمہ داروں کے ہر دور میں دست راست رہے، جمعیت علماء بھی ان کی ملی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی تھی اور ان کے مشورے سے کام آگے بڑھتا تھا، ایک زمانہ تک بہار کی حد تک جمعیت علماء اور امارت شرعیہ تو جڑواں تنظیمیں تھیں، یہ تعلق اور انسلاک اس قدر تھا کہ جمعیت علماء کے اس وقت کے صدر شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھنؤ اجلاس کے بعد ایک سرکلر کے ذریعہ بہار میں جمعیت علماء کو ہدایت دی تھی کہ ”وہ زکوۃ کی رقومات حاصل کرنے کی کوشش نہ کریں؛ بلکہ مسلمانوں کو سمجھائیں کہ وہ زکوۃ اور صدقات کی رقم حسب معمول امارت شرعیہ کے بیت المال کو ادا کرتے رہیں“ مولانا نورالدین بہاری (جو اس وقت جمعیت علماء کے ناظم تھے) نے ایک مکتوب کے ذریعہ جمعیت علماء بہار کے ذمہ داران کو اس سے مطلع کیا تھا، اس تعلق کے نتیجے میں دونوں تنظیموں کے ارکان بھی تھوڑی بہت تبدیلی کے ساتھ ایک ہی ہوا کرتے تھے، چنانچہ جمعیت علماء ہند کے ذریعہ شروع کی گئی بیش تر تحریکات مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد کے زرخیز ذہن کی پیداوار تھی، بلکہ اس زمانہ میں بیش تر تحریری کام مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد ہی کیا کرتے تھے، مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد ”جمعیت علماء ہند کی میٹنگوں میں پابندی سے شریک ہوتے تھے، وہ جمعیت علماء ہند کے دل اور دماغ تھے، 1938ء میں جب مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی ندوۃ المصنفین کے قیام کے بعد مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب کی دعوت پر کلکتہ سے جامعہ عربیہ امروہہ اور پھر مستقل طور پر دہلی منتقل ہوئے تو جمعیت علماء کی سرگرمیوں کے وہ کل وقتی ساتھی بن گئے، اس درمیان انہوں نے مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ کو قریب سے دیکھا، ان کی فکری اور علمی عظمت کے قائل ہوئے، اس وقت سے امارت شرعیہ کے ہر کاموں میں حسب ضرورت وسہولت مجاہد ملت کا تعاون ملتا رہا، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ کے بارے میں لکھا ہے: ”جماعت کے ذمہ دار ارکان اور میں نے بارہا یہ منظر دیکھا ہے کہ جب کسی مسئلہ پر حضرت مولانا محمد سجاد صاحب دلائل و براہین وفقہی بصیرت کے ساتھ بحث فرماتے تو حضرت مفتی (کفایت اللہ) صاحب بھی بے حد متاثر ہوتے اور ان کے علمی تبحر کا اعتراف کرتے ہوئے بے ساختہ ان کی زبان سے کلمات تحسین نکل جاتے (حیات سجاد ص 148)

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے بانی امارت شرعیہ مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ سے اپنی پہلی ملاقات اور تعارف پر بھی روشنی ڈالی ہے، لکھتے ہیں ”حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب“ نائب امیر شریعت بہار سے میرا تعارف جمعیت علماء ہند کے واسطے سے ہوا تھا، ان کو دہلی میں سب سے پہلے جمعیت علماء کی ایک مجلس مشاورت میں دیکھا اپنے قریب بیٹھنے والوں سے دریافت کیا تو انہوں نے مولانا مرحوم کا تعارف کرایا اور نہ صرف یہ بلکہ میرے اور مولانا کے درمیان تعارف باہمی کا رشتہ بن گئے اس وقت سے اور تادم وفات حضرت مولانا سے انتہائی ربط وضبط قائم رہا (حیات سجاد) جمعیت علماء ہند اور امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کے اسی اشتراک عمل کا نتیجہ تھا کہ جمعیت علماء ہند کے اجلاس مرادآباد کی صدارت مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ نے کی اور اس میں وہ تاریخی خطبہ دیا جس کو مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے اسلامی سیاست کی لائبریری میں انسائیکلو پیڈیا قرار دیا ہے۔ 1929ء میں سول نافرمانی کی تحریک شروع ہوئی تو مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ کو نائب امیر شریعت بہار مولانا محمد سجاد کے ساتھ عملی طور پر کام کرنے کا موقع ملا، محلّہ بلی ماران کی تاریک گلی میں ادارہ حربیہ“ کے کاموں کی انجام دہی کے لیے جب مولانا محمد سجادؒ مقیم ہوئے تو مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ جو پہلے ہی سے مولانا کے علم وفکر کے مداح اور قدرداں تھے، ان کے دست وبازو؛ بلکہ نفس ناطقہ بن کر سامنے آئے، مولانا سجاد نے انہیں ادارہ حربیہ کے رضا کاران کا کمانڈر بنا رکھا تھا، ان کے ذمہ گھوم گھوم کر اس تحریک کا جائزہ لینا اور اس کی کامیابی کے لئے جدوجہد کرنی تھی، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے اس تحریک کو کامیاب کرنے کے لئے مولانا سجادؒ کی ہدایت کے مطابق دورے کئے، جس کے بڑے دوررس اثرات ملک پر پڑے اور آزادی کی طرف تیزی سے قدم بڑھتا چلا گیا، اس موقع سے تحریک کے کئی شرکاء بشمول مولانا محمد میاں صاحبؒ گرفتار ہوئے، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مولانا محمد سجاد کی طے کردہ حکمت عملی کی وجہ سے گرفتاری سے بچتے رہے؛ لیکن بالآخر کچھ دنوں کے لئے انہیں بھی جیل جانا پڑا، اس کے بعد جمعیت علماء کی جانب سے جو بھی تحریک چلائی گئی مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ، مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ کے ساتھ دست بازو بن کر کام کرتے رہے، بہار میں امارت شرعیہ نے جمعیت علماء ہند کی تحریکات کو آگے بڑھانے کا کام کیا کیوں کہ بہار کی حد تک امارت اور جمعیت کے کاموں میں تفریق نہیں تھی، ایک زمانہ میں حضرت مولانا عبد الصمد رحمانی (م 10 ربیع الثانی 1392ھ=14 مئی 1973ء) امارت شرعیہ کے نائب امیر شریعت بھی تھے اور جمعیت علماء بہار کے صدر بھی، اس سے قبل مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد جمعیت علماء بہار اور مرکزی جمعیت کے ناظم اور امارت کے نائب امیر شریعت کی حیثیت سے کام کرتے رہے تھے۔

ملک میں شاردا ایکٹ کے خلاف تحریک چلی، مدح صحابہ کے لئے ایجی ٹیشن ہوا، مجلس تحفظ ناموس شریعت قائم ہوئی، آزاد ہند کا دستور اساسی بنایا گیا، سیاسی انتخابات میں شرکت کی تجویز پاس ہوئی، چھپرہ بہار میں جمعیت علماء کی سیاسی کانفرنس ہوئی، یوم فلسطین منایا گیا، نظارت اور امارت شرعیہ کا مسودہ تیار ہوا، واردھا تعلیمی اسکیم کا تجزیہ کیا گیا، ہندور پورٹ کے بائیکاٹ کا فیصلہ ہوا، سب میں فکر، قلم اور بڑی حد تک قیادت مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ کی تھی؛ لیکن ان تحریکات کو کامیاب کرنے میں ہر سطح پر جمعیت علماء اور امارت شرعیہ بہار کے ارکان خصوصاً مجاہد ملت حضرت مولانا سیوہاروی کی عملی قوت کا بڑا دخل تھا، تا آنکہ مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ کا 17 شوال المکرّم 1359ھ =18 نومبر 1940ء کو انتقال ہوگیا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

بانی امارت شرعیہ کے انتقال کے بعد بھی مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ کا تعلق امارت شرعیہ اور بانی امارت شرعیہ سے باقی رہا، چنانچہ جب حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانیؒ نے مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ کے مقالہ حکومت الٰہی کو مولانا کے انتقال کے بعد 1941ء میں شائع کرنا چاہا تو مجاہد ملت نے بے پناہ مشغولیت کے باوجود اس کتاب کے لئے وقیع مقدمہ لکھا، اس مقدمہ میں انہوں نے اس مقالہ کی خصوصیات اور مندرجات پر تفصیلی گفتگو کی، مجاہد ملت کو مولانا محمد سجاد سے جو تعلق خاطر تھا اور مولانا کی صلاحیت کے وہ جس قدر معترف تھے، اس کا اظہار انہوں نے اس مقدمہ میں برجستہ اور برملا کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

”اسی مقدس جماعت میں ایک زبردست عالم ہم فکر، مدبر اور قانون شریعت اور قانون سیاست کی اس جامع ہستی کو دیکھتے ہیں، جو قوت گویائی میں اگرچہ ”وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي“ کا منظر پیش کرتی ہے، لیکن قوت وفکر وعمل میں بسطۃ فی العلم کا پیکر نظر آتی ہے۔ مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد (نائب امیر شریعت صوبہ بہار) ہندوستان کے ان چیدہ علماء متبحرین میں سے تھے، جو ہندوستان کی مشترک سیاسیات میں حصہ دار ہونے کے باوجود ”حکومت الٰہیہ“ کے اس نصب العین کو کبھی فراموش نہیں کرتے تھے جو ان کی جدوجہد کا حقیقی مرکز ومحور تھا (حکومت الٰہی طبع ثانی) مجاہد ملت نے اس کتاب پر مقدمہ لکھنے کو اپنی سعادت قرار دیا ہے اور اس کا اختتام ان جملوں پر کیا ہے۔

”ہم کو یقین ہے کہ تمام اسلامی مساعی حضرت مولانا کی روح کی شادمانی اور طمانیت کا باعث ہوں گی اور بلا شبہ مولانا کے یہ تمہیدی کلمات کو آغاز کار کے طور پر ہمیشہ ”سعی مشکور سمجھا جائے گا“۔ (ص 32)

امارت شرعیہ کے دو امراء شریعت کے انتخاب کے موقع سے سید الملت مولانا سید محمد میاںؒ اور سحبان الہند مولانا احمد سعید دہلوی بطور مشاہد شریک ہوئے تھے، چوتھے امیر شریعت سید شاہ مولانا منت اللہ رحمانیؒ کے انتخاب کے موقع سے 24 مارچ 1957ء کو مرکزی جمعیت سے مشاہد کے طور پر مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی جو اس وقت جمعیت علماء ہند کے ناظم اعلیٰ تھے، تشریف لائے، اس موقع سے نائب امیر شریعت مولانا عبدالصمد رحمانیؒ نے جو امیر شریعت ثالث کے وصال کے بعد (مثل امیر شریعت کام کر رہے تھے) طریقہ کار کی وضاحت حضرت مولانا ریاض احمد صاحب (م 1382ھ=1962ء) صدر مجلس کی اجازت سے سات سو (700) مدعوئین کے سامنے کی اور ان سے گذارش کیا کہ آپ حضرات اس عظیم منصب کے لئے نام پیش کریں؛ چنانچہ چار نام آئے نائب امیر شریعت مولانا عبد الصمد رحمانی نے اپنا نام واپس لے لیا اور اسے خارج از بحث قرار دیا؛ بقیہ تین نام حضرت مولانا سید شاہ امان اللہ صاحب سجادہ نشیں خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ، مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانی سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر اور حضرت مولانا سید نظام الدین صاحبؒ خانقاہ مجیبیہ کے رہ گئے، مولانا عبد الصمد رحمانی کی تجویز تھی کہ یہ سب نام ایسے پیش کئے گئے ہیں جن کا احترام صوبہ بہار کے ہر طبقہ میں ہے، اس لیے اس اجلاس میں ناموں کی وجہِ ترجیح پر بحث نہ کی جائے، اس پر پھر یہ سوال کھڑا ہوا کہ جن کے نام پیش کئے گئے ہیں؟ ان کے اوصاف بھی بیان کئے جائیں یا نہیں، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی شروع سے مجلس میں موجود تھے چنانچہ انہوں نے کہا:

”ان بزرگوں کے ناموں پر وجہ ترجیح کی حیثیت سے تو بحث نہ کی جائے، مگر محرک اور مؤید صاحب ایسا کر سکتے ہیں کہ اپنے پیش کردہ ناموں سے متعلق بغیر تقابل کے ان کے اوصاف حمیدہ اور اہمیت پر روشنی ڈالیں (ماخوذ: چوتھے امیر شریعت کے انتخاب کی مختصر کاروائی)

مجاہد ملت کی اس تجویز کو سب نے پسند کیا“ چنانچہ مولانا مقبول احمد صدیقی اور مولانا عبدالرحمٰن صاحب ہرسنگھ پوری نے اپنے ذریعہ پیش کردہ ناموں کے سلسلے میں وضاحت فرمائی کہ وہ اس منصب کے لائق ہیں اور کسی نقطہ نگاہ سے ان کا انتخاب بہتر ہوگا۔ (امارت شرعیہ دینی جدوجہد کا روشن باب از مفتی ظفیر الدین مفتاحی)

یہ تفصیل تاریخی طور پر دونوں بزرگوں کے تعلقات اور ہم آہنگی پر روشنی ڈالتی ہے اور ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کے درمیان ملی کاموں میں کس قدر توافق تھا، اور وہ دونوں کس قدر انہماک اور مستعدی کے ساتھ ملت کے کاموں کو انجام دیا کرتے تھے، موجودہ امیر شریعت مفکر ملت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی دامت برکاتہم جس قدر مستعدی اور انہماک کے ساتھ یوسی سی مخالف مہم میں لگے اور جس طرح انجینئر فہد رحمانی صاحب نے شب وروز ایک کر دیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بزرگوں نے جو طریقہ ہمیں سکھایا تھا، ہم اسی طرح ہر دم ملی کاموں کو انجام دینے کے لیے سرگرم عمل ہیں۔

حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی کا وصال 1962ء میں ہوا اور کہنا چاہیے کہ ”آں قدح بشکست وآں ساقی نہ ماند“ یعنی وہ پیالہ ٹوٹ گیا اور پلانے والا نہ رہا، اس طرح وہ زمانہ گذر گیا اور وہ بات ہی ختم ہوگئی۔

حکایات اہل دل

مولانا رضوان احمد ندوی

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا واقعہ: حضرت ابوبکر صدیقؓ ابتدا میں بغیر مُعاوضہ کے کام کرتے تھے، پہلے یہ تاجر تھے، لیکن خلافت کی خدمات میں مشغول ہونے کی وجہ سے تجارت ٹھپ ہوگئی، اس پر آپ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ آپ لوگ خلافت کو سنبھالیں، یہ کام کرتے ہوئے میں اپنے بال بچوں کی پرورش کیسے کروں، اس پر صحابہ نے فرمایا کہ نہیں آپ اپنا کام کریں، ہم بیت المال سے آپ کا وظیفہ مقرر کررہے ہیں اور وظیفہ مقرر ہو گیا، لیکن وہ ماہوار صرف دوسو درہم تھے، ایک درہم ساڑھے تین آنہ کا ہوتا ہے، یہ امیر المومنین کی تنخواہ تھی جیسے ایک عام آدمی کی تنخواہ تھی، اتنی ہی امیر المومنین کی تنخواہ تھی، مگر ان کی حالت یہ تھی کہ حسابِ آخرت کے خوف سے اس پر بھی گھبراتے تھے، مختلف ممالک میں دیکھا گیا کہ وہاں گریڈ مقرر نہیں ہے کہ اس دائرے کی یہ تنخواہ ہے اور اس دائرے کی یہ تنخواہ۔

نظام الملک کا واقعہ: آل سنجر کا ایک وزیر تھا ان کا نام نظام الملک تھا وہ بہت دیندار وزیر تھا، اس نے ارادہ کیا کہ میں احیاء علوم کے لئے ایک مدرسہ بناؤں گا تا کہ تعلیم عام ہو، چنانچہ اس نے لاکھوں روپیہ اپنی ذات سے خرچ کر کے ایک بہت بڑی عمارت بنائی اور شیخ تقی الدین ابن دقیقؒ کو جو وقت کے بہت بڑے محدث، فقیہ، عارف باللہ اور عارف عالم تھے، ان کو صدر مدرس بنایا اور بڑے بڑے اکابر علماء کو مدرسین مقرر کیا۔

غرض طلباء فارغ التحصیل ہونے لگے۔ ایک دفعہ نظام الملک کے کانوں میں یہ خبر پہنچی کہ عام طور سے طلباء کی نیتیں فاسد ہیں اور وہ امور دین کو دنیوی اغراض کے لئے حاصل کررہے ہیں، جس کے بارے میں احادیث میں آیا ہے کہ وہ علم وبال ہے، اگر اس کو ذریعہ بنایا جائے دنیا کے لئے، تو اس نے ارادہ کرلیا کہ میں مدرسہ توڑ دوں گا، اس کے بعد اس نے خیال کیا کہ ممکن ہے یہ خبریں غلط ہوں، بہتر یہ ہے کہ میں خود بھی تحقیق کرلوں، ایک دن اس نے بھیس بدل کر مدرسہ میں گھومنا شروع کیا، سینکڑوں طلباء مطالعہ اور تکرار میں مصروف تھے، نظام الملک نے طلباء سے دریافت کرنا شروع کیا کہ تم علم کیوں حاصل کرتے ہو؟ ان میں سے ایک نے کہا کہ میرے خاندان میں وزارت کا عہدہ چلا آرہا ہے، میں اس لئے پڑھ رہا ہوں کہ میں بھی وزارت کے عہدے پر پہنچ جاؤں، کسی نے کہا کہ ہمارے خاندان میں قاضی کا عہدہ چلا آرہا ہے، میں اس لئے پڑھ رہا ہوں کہ قاضی بن جاؤں، کسی نے کہا کہ میں اس لئے پڑھ رہا ہوں تا کہ مشہور ہو جاؤں، میرا مقصد شہرت حاصل کرنا ہے۔

غرض عام طور پر طلباء نے جو اغراض بیان کئے وہ فاسد ہی اغراض تھے، یہ سن کر نظام الملک نے ارادہ کرلیا کہ اب میں مدرسہ توڑ دوں گا، میں تو لاکھوں روپے صرف کروں اور اغراض فاسد ہوں تو فاسد اغراض سے علم بھی فاسد بن جائے گا اور مبنیٰ فساد بن جائے گا، پھر ایک طالب علم کو دیکھا کہ ایک ٹمٹماتے ہوئے دِیے کے سامنے مطالعہ میں مصروف اور بہت زیادہ منہمک ہے، نظام الملک نے اس سے پوچھا کہ تو کس لئے پڑھ رہا ہے، اس طالب علم نے نگاہ تک اٹھا کر نہیں دیکھا، اس نے کہا کہ بھائی ایک آدمی آپ کے پاس کھڑا ہے اور کچھ پوچھنا چاہتا ہے کہ تم کون ہو، اس پر اس طالب علم نے کہا کہ میں جو گھر بار چھوڑ کر آیا ہوں تو کتاب دیکھنے کے لئے آیا ہوں، مجھے اتنی فرصت کہاں ہے کہ میں آپ سے گفتگو کروں۔

یہ سن کر نظام الملک کے دل میں اس کی بڑی وقعت ہوئی اور کہا کہ میں آپ سے مختصر سوال کرنا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ تم اتنی محنت کیوں کرتے ہو، طالب علم نے جواب دیا کہ میں نے اپنے باپ دادا اور خاندانی روایات سے یہ معلوم کیا ہے کہ ہمارا کوئی خالق اور رب ہے اور ظاہر سی بات ہے کہ اتنا بڑا محسن کوئی نہیں کہ جس نے زندگی عطا کردی ہے، بغیر کسی محنت اور قیمت کے اور جس نے بقا کے سامان کئے ہیں، ہر آن اس کے احسانات ہیں اور وہ احسانات لامحدود ہیں، اس لئے ہم پر شکر گذاری لامحدود واجب ہے اور احسانات کا ماننا بھی ضروری ہے اور یہ کہ ہم انتہاء سے زیادہ مانیں، مگر ہمیں یہ معلوم نہیں کہ ادائیگی حقوق اور احسان اور ان سے ملنے کا طریقہ کیا ہونا چاہئے، اس لئے میں پڑھ رہا ہوں، تا کہ ہم کو یہ طریقہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے احسان اور شکر یہ کا حق کس طرح ادا کروں، اس نے اس طالب علم کی پیٹھ ٹھونکی اور کہا کہ میں نے ارادہ کرلیا تھا کہ اس مدرسہ کو توڑ دوں، اس لئے کہ عام طور پر طلباء کے اغراض فاسد ہیں، ایک تو ہے کہ جس سے معلوم ہوا کہ حقیقۃً آخرت کے لئے پڑھ رہا ہے، دنیا کے لئے نہیں اس لئے اب میں مدرسہ کو جاری رکھوں گا اور لاکھوں روپیہ خرچ کروں گا، صرف ایک تیری وجہ سے، جب تو فارغ التحصیل ہو جائے گا تو میں غور کروں گا کہ مدرسہ کو توڑ دوں یا باقی رکھوں، یہ طالب علم تھے، امام غزالیؒ اس لئے امام بننا کوئی آسان چیز نہیں ہے، جب تک آدمی اپنی جان کو قربان نہ کردے اور اخلاص نیت طلبِ آخرت کی نہ ہو امام کا رتبہ نہیں مل سکتا، اس میں نیت اور اخلاص کی ہی برکت ہے کہ ایک شخص امامت کے درجہ پر پہنچا اور اس نے امامت قبول کی۔

حضرت نانوتویؒ کی کرامت: حضرت نانوتویؒ کا واقعہ ہے کہ شیخ عبدالرزاق مرحوم جو حضرت کے ہم زلف تھے، انہوں نے ایک مرتبہ حضرت کی دعوت کی تو جو راستے میں ملتا اس سے فرماتے کہ چلو بھائی کے یہاں دعوت ہے، اتفاق سے تقریباً بیس پچیس آدمی جمع ہو گئے، وہ بیچارے بہت پریشان ہوئے کبھی گھر میں آتے باہر آتے پھر گھر میں جاتے اور باہر آتے حضرت نانوتوی سمجھ گئے کہ یہ پریشان ہیں تو فرمایا کہ کیا پکا ہے؟ انہوں نے کہا کہ حضرت پلاؤ پکا رکھا ہوں فرمایا کہ پردہ کراؤ میں گھر میں آنا چاہتا ہوں، پھر حضرت گھر میں تشریف لے گئے اور پوچھا کہ وہ پلاؤ کہاں ہے، انہوں نے کہا کہ اس دیگچی میں ہے، حضرتؒ نے اس میں اپنا ہاتھ ڈال کر ایک لقمہ تناول فرمایا، پھر اپنی لنگی سے ڈھانپ دیا اور فرمایا کہ کھولنا مت، بس نکالتے ہی رہو بھیجتے رہو، چنانچہ انہوں نے یہی کیا، نکالتے رہے اور بھیجتے رہے یہاں تک کہ پورا مجمع کھانے سے نمٹ گیا، مگر پلاؤ بدستور باقی رہا، پھر شیخ عبدالرزاق مرحوم نے محلے والوں کو بھی بھیجا اور تقسیم فرمایا جب حضرت نانوتویؒ واپس آنے لگے تو فرمایا میں نے اپنی لنگی ہدیہ تھوڑے ہی کی ہے، میری لنگی واپس لاؤ جب لنگی ہٹائی گئی تو دیگچی خالی ہوگئی تو یہاں پر جو برکت آئی وہ مقدار کے اعتبار سے آئی تو جس طرح مہمانوں کے آنے سے برکت ہوتی ہے، اسی طرح جو حضرات وارثان نبوت ہیں، ان کے ہاتھوں سے بھی برکت ہوتی ہے اور لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں اور یہ جو فرمایا گیا کہ بسم اللہ کہہ کر حسن نیت سے کھاؤ تو ایک کا کھانا دو کے لئے کافی ہو جائے گا، یہ عمومی طور پر فرمایا گیا ہے خواہ مہمان ہو یا غیر مہمان ہو پیٹ بھر جائے گا، خواہ وہ مقدار میں تھوڑی ہی کیوں نہ ہو کھانا کھانے کا مقصد حاصل ہو جائے گا، حدیث شریف میں یہ بھی فرمایا گیا کہ جب کسی کے گھر مہمان آتا ہے تو اپنی قسمت ساتھ لے کر آتا ہے، یعنی وہ میزبان کے گھر سے کچھ نہیں کھاتا بلکہ من جانب اللہ اس کا حصہ مقدر ہوتا ہے، وہی کھاتا ہے اور چلا جاتا ہے تو آتا ہے اپنا لے کر اور جاتا ہے تو میزبان کے سارے گناہ لے جاتا ہے، یعنی میزبان کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، ظاہر سی بات ہے کہ اس سے زیادہ برکت کی چیز کیا ہو سکتی ہے مہمان بھی کھانے سے نمٹ گیا اور میزبان گناہوں سے پاک وصاف ہو گیا، یہ مہمان نوازی کی برکت ہے، یہ عمل گناہوں کا کفارہ ہو گیا تو برکت کے کئی معنی آتے ہیں، کہیں کیفی طور پر نمایاں ہوتی ہے اور کہیں کمی طور پر نمایاں ہوتی ہے اور کہیں پر ترتب آثار کے طور پر نمایاں ہوتی ہے، یعنی اس کے آثار مرتب ہو جاتے ہیں، جب عام کھانوں کی برکت کا یہ حال ہے کہ اگر حسن نیت کے ساتھ بسم اللہ کہہ کر کھانا کھائے تو برکت ظاہر ہوتی ہے تو میزبان تو ایک احسان کر رہا ہے اور حسن نیت اس کے ساتھ ہے تو اس میں برکت کیسے نہ ہوگی، یقیناً برکت بھی ہوگی اور اس کے آثار بھی مرتب ہوں گے، اس کے علاوہ قرآن میں ایک اصول بتایا گیا ہے، جو برکت کا ایک فرد ہے: ''وما انفقتم من شیء فھو یخلفہ'' جو کچھ تم اللہ کے لئے خرچ کرو گے جو اس کی جگہ خالی ہوگی تو دوسری چیز اس کی جگہ پر آجائے گی، وہ جگہ خالی نہ رہے گی، یہ بھی برکت کا ایک اثر ہے کہ جتنا خرچ ہوا تھا یا تو بعینہ ایسی ہی چیز ہے یا اس سے بہتر چیز سے وہ جگہ پُر ہوگئی، یہ حسن نیت اور اخلاص ہی پر ہوتا ہے اور اگر کوئی شخص رسمی طور پر یا نام ونمود کے لئے کھلائے تو اس پر برکت کا کوئی وعدہ نہیں ہے، برکت کا وعدہ اسی وقت کے لئے ہے کہ آدمی فریضہ شرعی سمجھ کر حسن نیت سے کھلائے تب برکت کے آثار مرتب ہوں گے اور اگر نیت صاف نہیں اور وہ مخلص نہیں ہے اور محض بدنامی کے ڈر سے مجبوراً کھلا رہا ہے اس میں حسن اخلاق اور لوجہ اللہ شامل نہیں ہے تو اس پر برکت کے آثار مرتب نہیں ہوں گے، کیونکہ یہ دنیاوی چیز ہوگئی، اخروی نہیں رہی۔

عبادت کے لئے یکسوئی ضروری ہے: حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی مجلس میں قاری عبداللہ صاحب نے سوال کیا کہ حضرت یہ جو حدیث میں فرمایا گیا ہے ''**حسن الظن من حسن العبادۃ**'' اس کا مطلب کیا ہے، حضرت حکیم الاسلام نے فرمایا کہ عبادت کے لئے سب سے بڑی چیز یکسوئی ہے، اگر یکسوئی نہیں ہے تو عبادت کی روح ختم ہو جاتی ہے، صرف ڈھانچہ رہ جاتا ہے، اسی لئے نماز میں اِدھر اُدھر نگاہ کرنے کی ممانعت ہے، بلکہ ایک جگہ پر نگاہ رہے، حدیث شریف سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے اندر اگر آنکھ کی پتلی پھیر کر کوئی چیز دیکھ لی تو نماز میں کوئی خلل نہیں پڑے گا، البتہ گردن پھیرنے سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے اور اگر بدن کا حصہ ادھر ادھر پھر گیا تو نماز باطل ہو جائے گی، اس کی وجہ یہی ہے کہ بدن کا حصہ ادھر ادھر پھیرنے سے عبد اور معبود کے درمیان جو رابطہ ہوتا ہے، وہ ختم ہو جاتا ہے، اسی لئے عبادت کے لئے یکسوئی اور سکون قلب شرط ہے، اس کے متعلق فرمایا گیا ''**وانھا لکبیرۃ الا علی الخاشعین**'' اور نماز بیشک یقیناً بھاری ہے مگر سوائے خاشعین کے اور خشوع کے معنی سکون کے ہیں یعنی جو لوگ ساکن القلب اور یکسوئی والے ہیں، ان پر نماز بھاری نہیں ہے، البتہ جن کے افکار میں تشکک ہے، بیشک نماز ان پر بھاری ہے، ظاہر سی بات ہے کہ جب قلب میں سوء ظن ہوگا تو اس کے لئے تشکک لازم ہے اور شک ہی کی وجہ سے آدمی کو لوگوں سے بدظنی ہوتی ہے، اس لئے فرمایا گیا حسن ظن حسن عبادت ہے اور عبادت کا حسن مبنی ہے، یکسوئی پر اور یکوئی کا کامل حسن ظن پر حاصل ہوتا ہے، اسی لئے حسن ظن کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں ہے ''**ظن المومنین**'' فرمایا گیا یعنی ہر مسلمان کے ساتھ حسن ظن رکھو اور بدظنی کے لئے دلیل کی ضرورت پڑتی ہے، جب تک آپ کے پاس دلیل نہ ہو اس وقت تک جائز نہیں ہے کہ آپ کسی کے ساتھ بدظنی قائم کریں، یورپ میں ہم نے اس کی عجیب مثال دیکھی ہے وہ لوگ ہر شخص کو ایماندار سمجھتے ہیں، وہاں پر آرڈر یہ ہے کہ جب تک کوئی حجت نہ ہو یا گورنمنٹ کی طرف سے اشارہ نہ ہو اس وقت تک بلاوجہ تلاشی مت لو یہاں تو کسٹموں پر ہر چیز کی تلاشی لیتے ہیں اور چھان بین کرتے ہیں، مگر وہاں پر یہ بات نہیں ہے، صرف یہ پوچھ لیتے ہیں کہ کوئی بات قابل اعتراض تو نہیں اگر کہہ دو کہ نہیں تو کہتے ہیں جاؤ، البتہ اگر کسی پر شبہ ہو جائے یا گورنمنٹ کا اشارہ ہو تو پھر تلاشی کرتے ہیں، یہ حسن ظن ہی کا معاملہ ہے، لہٰذا ہر چیز کے اندر قلب کی یکسوئی بڑی نعمت ہے، آدمی کا سینہ آئینہ کے مانند ہو اس میں کوئی کھوٹ نہ ہو تبھی عبادت کے اندر یکسوئی پیدا ہو سکتی ہے، اسی لئے فرمایا گیا ہے کہ اگر آپس میں جھگڑا ہو جائے تو تین دن کے اندر مصافحہ کرلو اور ایک دوسرے کی طرف رجوع کرلے اگر کسی سے غلطی ہو جائے تو وہ اپنی غلطی تسلیم کرلے، اگر لوگ ایسا کرلیا کریں تو بات ختم ہو جائے گی، ورنہ آپس میں تشدد بڑھتا ہی رہے گا اور یہ قلب کے لئے مضر ہے تو عبادت کا حاصل وہ وسیلہ ہے جو عبد اور معبود کے درمیان قائم رہتا ہے اور وہ یکسوئی ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔

بیوی کو صبر کی تلقین: سلطان التمش کا لڑکا سلطان ناصر الدین محمود بھی باپ ہی طرح نہایت عابد وزاہد اور درویشانہ صفات کا حامل تھا، وہ ۶۴۴ھ میں تخت نشیں ہوا اور بیس سال تک حکمرانی کے فرائض انجام دیا، وہ اپنے ذاتی مصارف کا بار خزانہ پر بالکل نہیں ڈالتا تھا، بلکہ کلام پاک کی کتابت سے اپنے اخراجات پورے کرتا تھا، اس لئے اس کی زندگی بڑی عسرت اور تنگی میں گزرتی تھی، گھر گرہستی کے کاموں کو انجام دینے کے لئے اس کے محل میں کوئی خادمہ تک نہ تھی، ایک روز اس کی ملکہ نے شکایت کے طور پر کہا کہ میں آپ کے لئے روٹی پکاتی ہوں تو میرے ہاتھ جل جاتے ہیں اور ان میں آبلے پڑ جاتے ہیں، سلطان ملکہ کی یہ تکلیف سن کر رونے لگا، پھر بیوی کو مخاطب کر کے کہا کہ یہ دنیا گذر جانے والی ہے، یہاں اس تکلیف کو برداشت کر کے صبر کرو، قیامت میں اللہ تعالیٰ اس کے اجر میں تم کو تمہاری خدمت کے لئے حور عطا فرمائے گا، ابھی تو میں تمہارے لئے بیت المال سے کوئی کنیز وخادمہ نہیں خرید سکتا، سلطان کی نیک دل بیوی نے درویش شوہر کی رائے سے اتفاق کیا۔ (البدایونی: ۱/۹۰)

رابعہ بصریہ کا خوف خدا: حضرت رابعہ بصریہؒ ایک دفعہ کہیں بیٹھی تھیں، قریب ہی ایک آدمی بھنا ہوا گوشت کھا رہا تھا، انہوں نے جب اسے دیکھا تو رونا شروع کر دیا، وہ آدمی سمجھا کہ انہیں بھوک لگی ہے اور یہ چاہتی ہیں کہ مجھے بھی کھانے کے کو دیا جائے، اس نے پوچھا کہ کیا آپ بھی کھائیں گی؟ فرمانے لگیں، میں اس لئے نہیں رو رہی ہوں، بلکہ میں کسی اور بات پہ رو رہی ہوں، اس نے پوچھا کہ وہ کون سی بات ہے؟ فرمانے لگیں کہ میں اس بات پر رو رہی ہوں کہ جانوروں اور پرندوں کو آگ پر بھوننے سے پہلے انہیں مار دیا جاتا ہے اور ذبح کئے ہوئے جانور کو بھونتے ہیں، میں قیامت کے دن کو سوچ رہی ہوں کہ جب زندہ انسانوں کو آگ میں ڈال کر بھون دیا جائے گا، میں نے بھنے ہوئے مرغ کو دیکھا تو مجھے قیامت کا دن یاد آگیا، مجھے وہ رات یاد آگئی کہ جس کی صبح کو قیامت ہوگی، اے بندے! تو بھنے مرغ کھانے کا عادی ہے، کباب اور تکے منگوا منگوا کر کھاتا ہے، سوچ کہ تو جو اس گوشت کو بھون بھون کر کھا رہا ہے اسے تو ذبح کر کے بھونا گیا ہے، اگر ہم گناہ کریں گے تو فرشتے ہم زندوں کو بھونیں گے، اس لئے ہمیں گناہوں سے ضرور بچنا چاہئے۔ (بحوالہ: اہل دل کے تڑپا دینے والے واقعات)

اسلامی سالِ نو کے آغاز پر

کسی بھی زندہ قوم کے لیے سال و تاریخ کا اہتمام نہایت ضروری ہے، اسی لیے زمانۂ قدیم سے اکثر اقوام کے پاس اپنی اپنی تاریخ تھی جس سے وہ کام لیا کرتے تھے اور یہ لوگ بعض مشہور واقعات سے تاریخ مقرر کیا کرتے تھے اور بعض لوگ بادشاہوں کی بادشاہت کے عروج وزوال سے تاریخ مقرر کرتے تھے۔ یہود نے بیت المقدس کی ویرانی کے واقعے سے تاریخ مقرر کی اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ کے دنیا سے جانے کے بعد سے تاریخ بنائی۔ اسی طرح عرب کے لوگوں نے واقعۂ فیل سے تاریخ مقرر کی، جب ابرہہ شاہِ یمن نے کعبۃ اللہ کو ڈھانے کے لیے کوہ پیکر ہاتھیوں کے ذریعے کوشش کی تھی، مگر اللہ کی قدرت کہ اس کی بے ایمانی و کعبے کی (شان میں) گستاخی کے نتیجے میں وہ خود ابابیل نامی پرندوں کے ذریعے ہلاک کردیا گیا۔ عربوں نے اسی واقعے سے تاریخ مقرر کرلی۔ (نفائس الفقہ: 353/3) اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سال کے بارہ مہینے بنائے اور ارشاد فرمایا: اللہ کے نزدیک مہینے گنتی میں بارہ ہیں، اس روز سے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ اللہ کی کتاب میں سال کے بارہ مہینے لکھے ہوئے ہیں، ان میں سے چار مہینے ادب کے ہیں۔ (التوبہ: 36) اس آیت سے سال کے بارہ مہینے ہونا تو معلوم ہوگیا، لیکن ان میں کس مہینے سے سال کی ابتدا ہوگی، اس طرح کی کوئی وضاحت نہیں کی گئی۔ اسلام میں سنہ ہجری کا استعمال بعد خلافت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جاری ہوا۔ یوم الخمیس (جمعرات) 30 جمادی الثانی 71ھ، بمطابق 9 / 12 جولائی 38ء کو حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے سنہ کا شمار واقعۂ ہجرتِ نبویہ سے کیا گیا اور حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کے مشورے سے محرم کو اولین شہور مقرر کیا گیا۔ (رحمۃ للعالمین) جس کا واقعہ یہ ہیکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب صحابہ کو تعیینِ تاریخ کے بارے میں مشورہ کرنے کے لیے مدعو کیا گیا تو بحث و تمحیص کے بعد سب کا اتفاق اس پر ہوا کہ ہجرت کے واقعے سے تاریخ مقرر ہونی چاہیے۔ فاروق اعظمؓ نے اسی رائے کو پسند کیا، اس لیے کہ ہجرت سے ہی حق اور باطل کا فرق واضح ہوا اور شعائرِ اسلام یعنی جمعہ وعیدین علی الاعلان ادا کیے گئے۔ (سیرۃ المصطفیٰ: 399-401/1) علامہ شبلی نعمانی نے بھی لکھا ہے کہ 61ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک چک پیش ہوئی، جس پر صرف شعبان لکھا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کیسے معلوم ہو کہ اس سے گذشتہ شعبان کا مہینہ مراد ہے یا موجودہ؟ اسی وقت مجلسِ شوریٰ منعقد کی گئی، تمام بڑے صحابہ جمع ہوئے اور یہ مسئلہ پیش کیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہجرتِ نبوی کی رائے دی اور اسی پر سب کا اتفاق ہوگیا۔ (الفاروق: 144/2)

قمری تقویم اور اس کے فوائد: اگر ہم ہجری سن کا دوسرے مروجہ سنین سے تقابل کریں تو یہ سن بہت سی باتوں میں دوسروں سے منفرد و ممتاز نظر آتا ہے۔ ہجری سن کی ابتدا چاند کے اعتبار سے کی گئی اور اسلامی مہینوں کا تعلق چاند سے جوڑا گیا، تاکہ چاند کو دیکھ کر ہر علاقے کے لوگ خواہ پہاڑوں میں رہتے ہوں یا جنگلوں میں، خواہ شہروں میں بستے ہوں یا دیہاتوں میں، نیز دور دراز جزیروں میں رہنے والے حضرات بھی چاند دیکھ کر اپنے معاملات بآسانی طے کرسکیں ہیں اور انھیں کسی طرح کی کوئی مشکل درپیش نہ ہو۔ اس لیے کہ نہ اس میں کسی کا پڑھا لکھا ہونا ضروری ہے، نہ دیگر کسی مادّی سبب کا احتیاج ہے۔ اسلام کی اعلیٰ خصوصیات میں سے ایک خصوصیت مساوات ہے اور ایک خصوصیت ہمہ گیری بھی ہے۔ اسلام نے ان خصائص کی حمایت میں یہ پسند فرمایا کہ اسلامی مہینے ادلتے بدلتے موسم میں آیا کریں۔ ذرا اسلام کے رکنِ چہارم، ماہِ رمضان کے روزوں پر غور کرو کہ اگر اسلام میں شمسی مہینہ مقرر فرمادیا جاتا تو نصف دنیا کے مسلمان ہمیشہ کے لیے آسانی میں اور نصف دنیا کے مسلمان ہمیشہ کے لیے تنگی وسختی میں پڑ جاتے۔ اسلام کی مساواتِ جہاں گیری کا اقتضا ہی یہ تھا کہ اسلامی سال قمری حساب پر ہو۔ (رحمۃ للعالمین: 350/2)

قمری حساب کی حفاظت ضروری: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: والشمسَ و القمرَ حُسباناً (الانعام: 96) حسبان بالضم مصدر ہے، جو حساب کرنے اور شمار کرنے کے معنیٰ میں آتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آفتاب و ماہتاب کے طلوع وغروب اور ان کی رفتار کو ایک خاص حساب سے رکھا ہے، جس کے ذریعے انسان سالوں، مہینوں، دنوں اور گھنٹوں کا بلکہ منٹوں اور سکنڈوں کا حساب بآسانی لگا سکتا ہے۔ یہ اللہ جلّ شانہٗ ہی کی قدرتِ قاہرہ کا عمل ہے کہ ان عظیم الشان نورانی کُروں اور ان کی حرکات کو ایسے مستحکم اور مضبوط انداز سے رکھا کہ ہزاروں سال گذر جانے پر بھی ان میں کبھی ایک منٹ یا ایک سیکنڈ کا فرق نہیں آتا۔ ان کی مشینری کو نہ کسی ورک شاپ کی ضرورت پڑتی ہے، نہ پُرزے گھسنے اور بدلنے سے کوئی سابقہ پڑتا ہے۔ یہ دونوں نور کے کُرے اپنے اپنے دائرے میں ایک معین رفتار کے ساتھ چل رہے ہیں۔ لا الشمس ینبغی لها أن تدرك القمر ولا اللیل سابق النهار۔ (یٰس: 40) ہزاروں سال میں بھی ان کی رفتار میں ایک سکنڈ کا فرق نہیں آتا۔ قرآنِ کریم کے اس ارشاد نے اس طرف بھی اشارہ کردیا کہ سالوں اور مہینوں کا حساب شمسی بھی ہوسکتا ہے اور قمری بھی۔ دونوں ہی اللہ جل شانہ کے انعامات ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ عام اَن پڑھ دنیا کی سہولت اور ان کو حساب کتاب کی اُلجھن سے بچانے کے لیے اسلامی احکام میں قمری سن وسال استعمال کیے گئے اور چوں کہ اسلامی تاریخ اور اسلامی احکام، سب کا مدار قمری حساب پر ہے، اس لیے امت پر فرض ہے کہ وہ اس حساب کو قائم اور باقی رکھے۔ دوسرے حساباتِ شمسی وغیرہ اگر کسی ضرورت سے اختیار کیے جائیں تو کوئی گناہ نہیں، لیکن قمری حساب کو بالکل نظر انداز اور محو کردینا گناہِ عظیم ہے، جس سے انسان کو یہ بھی خبر نہ رہے کہ رمضان کب آئے گا اور ذی الحجہ اور محرم کب۔ (معارف القرآن: 403,402/3) حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ رقم طراز ہیں: چوں کہ احکامِ شریعت کا مدار حسابِ قمری پر ہے، اس لیے اس کی حفاظت فرض علی الکفایہ ہے۔ پس اگر ساری امت دوسری اصطلاح کو اپنا معمول بنالے، جس سے حسابِ قمری ضائع ہوجائے، تو سب گنہگار ہوں گے، اور اگر وہ محفوظ رہے تو دوسرے حساب کا استعمال بھی مباح ہے، لیکن سنتِ سلف کے خلاف ضرور ہے اور حسابِ قمری کا برتنا بوجہ اس کے فرضِ کفایہ ہونے کے لابد افضل واحسن ہے۔ (بیان القرآن: 111/4)

ہجری پر تہنیت: اب رہا یہ مسئلہ کہ کیا اسلامی سالِ نو کے آغاز پر ایک دوسرے کو مبارک باد دی جاسکتی ہے تو صحیح بات یہی ہے کہ اس طرح کی مبارک باد وغیرہ سے آہستہ آہستہ وہ عمل رسم ورواج کا درجہ اختیار کرلیتا ہے اور اس طرح بدعتیں وجود میں آتی ہیں۔ ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس سال مدینہ منورہ میں رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تیس سال خلافتِ راشدہ کا عہد رہا، صحابہ کرامؓ کی نگاہ میں اس واقعے کی اتنی اہمیت تھی کہ اسی کو اسلامی کیلنڈر کی بنیاد واساس بنایا گیا اور حضرت عمرؓ کے عہد سے ہی ہجری تقویم کو اختیار کرلیا گیا تھا، لیکن ان حضرات نے کبھی سالِ نو یا یومِ ہجرت منانے کی کوشش نہیں کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام اس طرح کے رسوم ورواج کا قائل نہیں ہے، کیوں کہ عام طور پر رسمیں نیک مقصد اور سادہ جذبے کے تحت وجود میں آتی ہیں، پھر وہ آہستہ آہستہ دین کا جزو بن جاتی ہیں، اس لیے اسلام کو بے آمیز رکھنے کے لیے ایسی رسموں سے گریز کرنا ضروری ہے۔ (کتاب الفتاوی: 402/1)

نئے سال کی دعا: ہر مہینے نئے چاند کو دیکھ پڑھنے کی دعا تو کتابوں میں مرقوم ہے، ہم نے جب نئے اسلامی سال سے متعلق کسی عمل کو تلاش کرنے کی کوشش کی تو قرونِ اولیٰ کا کوئی اور عمل تو ہمیں نہیں مل سکا، البتہ بعض کتبِ حدیث میں یہ روایت نظر سے گزری کہ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس موقع پر یہ دعا پڑھنے کی تعلیم دیتے تھے: اَللّٰهم اَدْخِلْهُ بِالاَمْنِ وَالإیمانِ، وَالسَّلامَةِ وَالإسْلامِ، وَ رِضْوَانٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ، وَجِوَارٍ مِّنَ الشَّیْطَانِ۔ اے اللہ! اس (نئے سال) کو ہم پر امن وایمان، سلامتی واسلام اور اپنی رضامندی نیز شیطان سے حفاظت کے ساتھ داخل فرما۔ (معجم البحرین: 4596)

ماہ محرم کے روزے: ماہِ محرم کے روزوں کی بھی فضیلت وارد ہوئی ہے، اس کے روزوں کے بابت بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلقین فرمائی ہے، نعمان بن سعد، علی رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان کے علاوہ کون سے مہینے کے روزے رکھنے کا حکم فرماتے ہیں، حضرت علی نے فرمایا: میں نے صرف ایک آدمی کے علاوہ کسی کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرتے ہوئے نہیں سنا، میں اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا، اس نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے رمضان کے علاوہ کون سے مہینے میں روزے رکھنے کا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا: اگر رمضان کے بعد روزہ رکھنا چاہو تو محرم کے روزے رکھا کرو؛ کیونکہ یہ اللہ کا مہینہ ہے اس میں ایک ایسا دن ہے جس میں اللہ تعالی نے ایک قوم کی توبہ قبول کی تھی اور اس دن دوسری قوم کی بھی توبہ قبول کرے گا۔ (ترمذی: صوم المحرم، 741) مرعاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح ہے کہ: علامہ سندھی کہتے ہیں کہ اس حدیث میں مکمل مہینہ کے روزوں کے استحباب کو بتلانا ہے۔ اس لئے اس مہینہ میں روزہ رکھنے کا اہتمام کیا جائے۔ (مرعاۃ المفاتیح، 43/7)

یوم عاشورہ کی فضیلت: ماہ محرم کی دسویں تاریخ کو ''عاشورہ'' کہتے ہیں، ''عاشورہ'' یہ عشر سے ماخوذ ہے، اس سے مراد محرم الحرام کی دسویں تاریخ ہے۔ بطور مبالغہ کے ''عاشورہ'' ''فاعولا'' کے وزن پر استعمال کیا گیا۔ اس کے علاوہ یوم عاشورہ سے انبیاء کے خصوصی وابستگی اور ان کی حیات سے متعلق اہم واقعات کا اس روز میں پیش آنا، یوم عاشورہ کی فضیلت کی بین دلیل ہے۔ چنانچہ صاحب عمدۃ القاری یوم عاشورہ سے متعلق وقائع کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عاشورہ کے دن حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی، اسی دن وہ جنت میں داخل کئے گئے۔ اور اسی دن ان کی توبہ قبول ہوئی، اسی دن حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی بھی جبل جودی پر آٹھہری، اسی دن حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی دن نمرود کی دہکتی ہوئی آگ میں ڈالے گئے، اسی دن حضرت موسی علیہ السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو فرعون کے مظالم سے نجات ملی اور فرعون اپنے لشکر کے ساتھ دریائے نیل میں غرق ہوگیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کو ان کی بیماری سے شفاء نصیب ہوئی، حضرت ادریس علیہ السلام کو اسی دن آسمانوں کی جانب اٹھالیا گیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملک کی عظیم بادشاہت نصیب ہوئی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی لوٹ آئی، اسی دن حضرت یوسف علیہ السلام کنویں سے نکالے گئے، حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ نکالا گیا، حضرت عیسی علیہ السلام کی ولادت اسی دن ہوئی اور اسی دن آسمانوں کے جانب اٹھالئے گئے۔ (عمدۃ القاری شرح البخاری، 89/7) یہ بے شمار فضائل یوم عاشورہ سے متعلق ہیں، جس سے یوم عاشورہ کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

عاشورہ کا روزہ: عاشورہ کے روزے بے انتہا فضیلت کے حامل ہیں چنانچہ ابوقتادہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوم عاشورہ کے روزے کے تعلق سے امید کرتا ہوں کہ وہ پچھلی سال کے گناہوں کا کفارہ ہوجائیگا (ترمذی، حدیث: 752) اور ایک روایت میں عاشورہ کے روزہ کی فضیلت یوں بیان کی گئی: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی دن روزہ کا ارادہ کرتے ہوں اور اس دن کو کسی دوسرے دن پر فضیلت دیتے ہوں۔ مگر اس دن یعنی یوم عاشورہ کو اور اس مہینہ یعنی ماہ رمضان کو دوسرے دن اور دوسرے مہینہ پر فضیلت دیتے تھے۔ (بخاری، حدیث: 1902)

عاشورہ کے روزہ کی ابتداء: بنواسرائیل فرعون اور اس کے ظلم وستم سے نجات کی خوشی میں یوم عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے تھے، حضرت موسی علیہ السلام کے دور سے ان کا یہ معمول تھا، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہودیوں کو اس دن روزہ رکھتے ہوئے دیکھا تو اس روزہ کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے بتلایا کہ ہم موسی علیہ السلام اور اسرائیل کے فرعون سے نجات کے شکرانے میں یہ روزہ رکھتے ہیں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم موسی علیہ السلام کی موافقت کرنے کے زیادہ حق دار ہیں (مسلم، حدیث: 2712) لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کے ساتھ مشابہت نہ رہے؛ اس کے لئے فرمایا کہ دسویں محرم الحرام کے روزہ کے ساتھ نویں یا گیارہویں کا روزہ بھی ملالیا جائے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ جس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورا کے دن روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا تو صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! یہ تو وہ دن ہے جو یہود ونصاری کے ہاں بڑا باعظمت ہے اور چونکہ یہود ونصاری کی مخالفت ہمارا شیوہ ہے؛ لہذا ہم روزہ رکھ کر اس دن کی عظمت کرنے میں یہود ونصاری کی موافقت کیسے کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو نویں تاریخ کو ضرور روزہ رکھوں گا۔ (مسلم، حدیث: 1134) اسی مشابہت سے بچنے کے لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ نے فرمایا: ''نویں اور دسویں کا روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو (ترمذی، حدیث: 755) مسند البزار میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء کے روزے کے تعلق سے فرمایا: یہ روزے رکھو، یہودیوں کی مخالفت کرو اور اس سے ایک دن پہلے یا اس کے ایک دن بعد بھی روزہ رکھو (مسند بزار، حدیث: 2538) محقق علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ عاشورے کے دن روزہ رکھنا مستحب ہے؛ مگر اس کے ساتھ ہی عاشورہ سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد میں بھی روزہ رکھنا مستحب ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف عاشورا کے دن روزہ رکھنا مکروہ ہے؛ کیونکہ اس سے یہود کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح: 1412/4)

(ماخوذ: ندائے دار العلوم دیوبند، نومبر 2016)

آدمی کیلئے نفس کی آفت کفر کے فتنوں سے کہیں زیادہ بدتر ہے

شیخ شرف الدین یحییٰ منیری

آدمی کی طبیعت سرکش واقع ہوئی ہے۔اس کی طینت بری صفتوں اورخراب اخلاق سے مرکب ہے، جیسا کہ آیات قرآنی اور احادیث نبوی میں آیا ہے۔جب نفس امارہ کے تسلط کی شرارتوں کا اثر انسان کے احوال پر غلبہ کرتا ہے تو یہ گمراہیوں اور خسارے میں پڑ کر ایمان کی روشنی سے محروم رہ جاتا ہے اور بارگاہ رب العالمین سے دور ہو جاتا ہے۔نفس امارہ، دل کا دشمن اور دین کا مخالف ہے۔ یہ ہمیشہ اپنی ہی تدبیر میں لگا رہتا ہے اور احکام شرع کی بجا آوری اور اس کی پیروی سے سرکشی کرتا ہے۔آدمی کے لئے نفس کی آفت کفر کے فتنوں سے کہیں زیادہ بدتر ہے اور شیطان کی شرارت ومکر سے بھی بڑھ کر ہے، کیونکہ آدمی سے اس کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔اس لئے کہتے ہیں کہ آدمی کا بڑا دشمن اور سخت ترین بلا یہی نفس ہے، یہ اندرونی دشمن ہے۔اسی لئے اس کی دوا وعلاج بھی مشکل اور بہت دشوار ہے۔ جب چور گھر کے اندر ہی ہوتا ہے تو اس کو دفع کرنا آسان نہیں ہوتا۔دوسری دقت یہ ہے کہ نفس ایک ایسا دشمن ہے جو آدمی کو محبوب اور پیارا ہوتا ہے اور محبوب کی عیب بینی سے آدمی اندھا ہوتا ہے اس لئے یہ نفس کی جو کچھ تباہ کاریاں دیکھتا ہے ان کو نیکی اور بھلائی سمجھتا ہے۔مجاہدہ نفس کا صحیح طریقہ: جب تم ذرا ٹھنڈے دل سے غور کرو گے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ سارے فتنے وفساد، تباہی وبربادی، معصیت وآفت جو مخلوق کو اول روز پیدائش سے پیش آئی ہیں اور قیامت تک پیش آئیں گی، وہ اسی نفس کی بدولت ہیں۔ جو شخص بھی بلاؤں میں مبتلا ہوا، اسی نفس کی وجہ سے ہوا۔اگر ہوا وخواہش نفس کو گمراہ نہ کرتی تو ضلالت اور معصیت کے فتنے کا وجود قیامت تک نہ پایا جاتا اور ساری مخلوق امن وسلامتی میں دن گزارتی۔ جب اتنا بڑا دشمن بغل میں ہو تو عقلمند کے لئے ضروری ہے کہ اسے دبا کر زیر کرے اور اس سے چھٹکارا پانے کی جدوجہد کرتا ہے۔اس پر یکبارگی دھاوا بول دینا ممکن نہیں جیسا کہ دیگر دشمنوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ کیونکہ نفس طالب کی سواری اور آلہ ہے اس لئے دفعتاً اس کو زیر کرنا اور یکبارگی چھوڑ دینا دشوار ہے۔ ایسا کرنے میں ضرر اور نقصان کا احتمال ہے۔اس لئے انسان کو میانہ روی اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔اس طرح کہ اس کی پرورش کرو اور قوت دیتے ہوئے اس پر کاموں کا بوجھ ڈالو کہ وہ متحمل ہو سکے اور اس حد تک کمزور کرو اور سختی سے کام لو کہ تمہارے حکم سے گریز نہ کرے۔اس کے علاوہ جو طریقے ہیں وہ غلط ہیں۔حدیث میں آیا ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ سخت ریاضت اور مجاہدہ شاقہ کی وجہ سے نہایت کمزور ہو گئے تھے اور ہاتھ پاؤں ہلانے سے بھی عاجز تھے۔ان کی آنکھیں حلقوں میں دھنس گئی تھیں۔ جب آپ نے یہ حال دیکھا تو ناپسند فرمایا اور کہا اے عبداللہ! تمہارے اوپر تمہارے نفس کا بھی حق ہے، اس سختی سے ہاتھ کھینچ لو۔اگر نفس کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرو گے تو پکڑے جاؤ گے اور گنہگار ہو جاؤ گے۔‘اس سے معلوم ہوا کہ ریاضت اور مجاہدہ نفس کے لئے علم کی ضرورت ہے تاکہ ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ نفس ہلاک بھی نہ ہو اور نہ تم پر غالب ہو سکے اور نہ تمہاری نافرمانی کر سکے۔اصلاح نفس میں اعتدال کی راہ؛ پس میانہ روی کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے منہ میں تقویٰ کی لگام ڈالو اور پرہیز گاری اختیار کرو۔اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ نفس ایک نافرمان سرکش اور موذی جانور ہے تو تم اس کے منہ میں کس طرح لگام لگا دو گے؟ تو جان رکھو کہ اس میں حیلے کی ضرورت ہے۔پہلے اس کو ذرا نرم کرو تاکہ لگام لینے کے قابل ہو جائے۔اس راستے کے عاملوں نے کہا ہے کہ نفس کو نرم کرنے کے تین طریقے ہیں۔ایک یہ کہ نفس کو خواہشوں اور لذتوں سے روک دو، کیونکہ جب چوپائے دانہ گھاس نہیں پاتے تو نرم ہو جاتے ہیں۔عالموں میں سے کسی نے کہا ہے کہ نفس کی سرکشی اور جہالت اس حد تک ہوتی ہے کہ جب وہ چاہتا ہے کہ گناہ کرے اور عذاب مول لے، اور تم اس وقت خدا، رسول، جملہ انبیاء، کتاب اور سلف صالحین کو شفیع بنا کر سامنے لاؤ، موت، قبر، قیامت، بہشت اور دوزخ سب اس کے سامنے رکھ دو، تو بھی وہ ہرگز باز نہ آئے گا نہ گناہ سے پیچھے ہٹے گا، لیکن جب دانہ پانی روک دیا جائے تو ساری شرارتیں غائب ہو جائیں گی۔ دوسرے یہ کہ عبادت کا بھاری بوجھ اس پر لاد دو اور تیسرے یہ کہ خداوند تعالیٰ سے امداد مانگو اور اس کی بارگاہ میں پناہ ڈھونڈ و بغیر اس کے، اس کی شرارتوں سے چھٹکارا ممکن نہیں۔اگر ان تینوں چیزوں پر قائم رہو گے تو تمہارا سرکش نفس تمہارا فرمانبردار ہو جائے گا اور لگام قبول کر لے گا۔ جب ایسی حالت دیکھو تو جلدی کرو اور تقویٰ کی لگام اس کے منہ میں ڈال دو اور اس کی شرارت سے بے فکر ہو جاؤ۔

تقویٰ کیا ہے؟ ؛اگر تم پوچھو کہ تقویٰ کیا ہے جس کی لگام بنائیں؟ تو سنو، تقویٰ ایک بہت بڑا خزانہ ہے۔ایک وسیع ملک ہے جس میں دنیا اور آخرت کی تمام چیزیں جمع کر کے رکھ دی گئی ہیں اور اس کے تحت ایک خصلت رکھی ہے جس کا نام تقویٰ ہے۔حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ توریت میں ہے کہ اے بنی آدم، تقویٰ اختیار کرو اور جہاں چاہے آرام کی نیند سور ہو۔ یہ خصلت تمام نیکیوں کی جامع ہے اور جملہ مہمات کے لئے کافی ہے۔ یہ ایک ایسی اصل ہے جس سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے۔تفسیر زاہدی میں ہے کہ تقویٰ کی دو قسمیں ہیں؛ اصل اور فرع۔اصل تو کفر سے توبہ کر کے ایمان لانا ہے اور فرع، گناہوں کو چھوڑ کر اطاعت وبندگی کرنا ہے۔

دنیا کی بے ثباتی؛ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ دنیا تین دن کی ہے۔ایک وہ کل جو گزر چکا جس سے تجھے کچھ ہاتھ نہ آیا، دوسرے، وہ کل جو آنے والا ہے، اس کے متعلق نہیں معلوم تو اسے پائے گا یا نہ پائے گا، اور تیسرا وہ دن ہے جس میں تو اس وقت ہے۔لے دے کے یہی تیرے ہاتھ میں ہے۔اس کو غنیمت جان، حضرت ابوذر کہتے ہیں کہ دنیا تین ساعت سے زیادہ نہیں ہے۔ایک ساعت گزر چکی جس سے تو نے کچھ حاصل نہ کیا، دوسری ساعت کا یقین نہیں کہ پائے گا یا نہ پائے گا اور تیسری ساعت وہ کہ تو اس میں ہے، تو درحقیقت تیری عمر یہی ایک ساعت ہے۔رزق وروزی کا غم نہ کرو۔یاد رکھو، وہ آدمی تباہ ہو جاتا ہے جو ایک دن یا ایک ساعت کا غم کرتا ہے جبکہ وہ دوسری ہی سانس میں مر جائے گا۔ اور وہ یاد کرو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمنے ارشاد فرمایا ہے خدا کی قسم! میں زمین پر قدم رکھنے کے بعد گمان نہیں کرتا کہ قدم اٹھاؤں گا یا نہیں لقمہ منہ میں لے کر یقین نہیں کرتا کہ اسے حلق سے اتار سکوں گا۔پس انسان کو چاہئے کہ اس پر قائم ہو جائے اور رات دن اسی کو یاد کرتا رہے، بالضرور اس کی امید میں مختصر ہو جائیں گی اور اپنے نفس کو بندگی میں تیزی، توبہ میں جلدی، دنیا میں زہد اور موت کے لئے تیاری میں مشغول ہونے والا دیکھے گا۔

اسلام انسانیت کی کامیابی کا ضامن

مولانا مفتی محمد ساجد قاسمی ہردوئی

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا، اسے غیر معمولی ظاہری اور معنوی خوبیوں سے آراستہ کیا، اس کے اندر مختلف تقاضے وضروریات رکھیں اور اس کی ضرورتوں اور تقاضوں کی تکمیل کا بھی انتظام فرمایا، انسان چونکہ جسم وروح کے مجموعے کا نام ہے؛ اس لیے اس کے ساتھ دونوں قسم کی ضرورتیں لگی ہوئی ہیں، جسمانی بھی اور روحانی بھی، اللہ تعالیٰ نے انسان کی جسمانی ضروریات پوری کرنے کے لیے وسیع وعریض کائنات پیدا کی اور اس کے لیے مسخر کر دیا؛ چنانچہ آسمان وزمین، چاند وسورج، پانی وہوا، بہتے ہوئے سمندر اور دریا اور زمین کے مادی ذخائر وغیرہ سب کے سب انسان کے لیے پیدا کیے، اسے یہ صلاحیت دی کہ وہ ان سے فائدہ اٹھائے اور اپنی جسمانی ومادی ضروریات کی تکمیل کرے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کی روحانی ضرورت پوری کرنے کے لیے انبیاء کی بعثت کا سلسلہ جاری فرمایا؛ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت داود علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور پیغمبر آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، اس سلسلۃ الذہب کی کڑیاں ہیں، جنھیں اللہ تعالیٰ نے انسان کی روحانی ضرورت کی تکمیل کے لیے بھیجا، اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنا پیغام دے کر بھیجا، پیغام یہ تھا کہ انسان کو خدائے واحد کی عبادت کی دعوت دیں، اسے اس کی زندگی کا نصب العین بتائیں اور اسے اس کائنات کی تخلیق کے مقصد سے آگاہ کریں، تمام انبیاء نے خدا کا پیغام اپنی قوموں کو پہنچایا؛ لیکن تمام قوموں کا خدائی پیغام کے تئیں ردِ عمل انتہائی غیر مناسب رہا، انھوں نے انبیاء کی تکذیب کی، ان کا مذاق اڑایا اور ان سے عذاب کا مطالبہ کیا، انبیاء کے مشن کی تکمیل کے بعد اللہ تعالیٰ نے بھی نافرمان قوموں کو ایک ایک کر کے ہلاک کر دیا، اللہ تعالیٰ نے سب سے آخر میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا، آپ پر انبیاء کی بعثت کا سلسلہ ختم ہوگیا، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، آپ پر آخری کتاب نازل فرمائی، اب اس کے بعد کوئی کتاب نہیں آئے گی، آپ کے لائے ہوئے خدائی پیغام کو اسلام کہا جاتا ہے، یہ آخری پیغام ہے، یہ قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے ہے، اس میں پوری انسانیت کے لیے فلاح وکامرانی کی ضمانت ہے، دنیوی فلاح وکامرانی بھی اور اخروی بھی، اسلام ایک دینِ کامل اور مکمل دستورِ حیات ہے، انسانی زندگی سے متعلق اس میں واضح تعلیمات وہدایات موجود ہیں اور اس میں قیامت تک آنے والے مسائل کا حل بھی موجود ہے، اسلام نے انسانی تاریخ میں غیر معمولی انقلاب برپا کیا، اسلامی تاریخ اس کی شاہد ہے، اسلام نے تقریباً تیرہ صدیوں تک انسانیت کی قیادت کی، اس کی قیادت کا دور پوری انسانیت کے لیے خیر کا دور تھا، نہ صرف مسلمانوں؛ بلکہ غیر مسلموں کو بھی اس کی قیادت وحکمرانی کے زمانے میں مکمل آزادی، حقوق اور امن وامان حاصل رہا، دیگر اقوام کے ساتھ رواداری وخیر خواہی کی جو مثالیں دورِ اسلام میں ملتی ہیں، وہ نہ اس سے پہلے ملتی ہیں، نہ اس کے بعد؛ لیکن بدقسمتی سے عالمی قیادت اسلام کے بجائے مغربی اقوام کے ہاتھوں میں پہنچی، 1924 میں خلافتِ عثمانیہ کا خاتمہ ہوگیا، اسلامی ممالک یکے بعد دیگرے مغربی حکومتوں کے زیر تسلط آتے چلے گئے اور پوری دنیا پر مغربی تہذیب کا تسلط ہوگیا؛ چونکہ دنیا کے بہت سے ممالک مغربی حکومتوں کی نوآبادیات میں شامل تھے؛ اس لیے ان میں مغربی طرزِ زندگی بڑی تیزی سے پھیلا، اسی طرح صنعتی اور تیز رفتار ذرائع ابلاغ نے بھی مغربی طرزِ زندگی اور مغربی تہذیب کے پوری دنیا میں پھیلنے میں زبردست کردار ادا کیا، مغربی تہذیب ایک خالص مادی تہذیب ہے، اس کے تمام فلسفے ونظریات مادی ہیں، اس تہذیب کا سب سے خطرناک پہلو یہ ہے کہ اس میں خدا کا کوئی تصور ہے نہ آخرت کا اور نہ اس میں انسان کی روحانی ضرورتوں اور تقاضوں کی تکمیل کا کوئی سامان ہے؛ چونکہ یہ خالص مادی تہذیب ہے؛ اس لیے اس میں تمام انسانی سرگرمیوں کا محور دنیاوی منافع، مادی وسائل اور اعلیٰ معیارِ زندگی کا حصول ہے، انسان کے لیے اپنی مادی ہوس پوری کرنے کے لیے اس میں حدود ہیں اور نہ بندشیں، اس تہذیب کے زیر اثر انسان اپنے مقصدِ زندگی سے ناواقف ہے اور اس وسیع وعریض کائنات کی مقصدیت سے بھی نابلد ہے، وہ داخلی بے چینی اور ناصبوری وناشکیبائی کا شکار ہے، اس کا خاندانی نظام درہم برہم ہو رہا ہے، اس تہذیب کا ایک اہم حصہ جدید دریافتیں ہیں، جو دریافتیں انسانیت کے لیے مفید ہیں، وہ یقیناً قابلِ قدر ہیں؛ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ بہت سی دریافتوں کا استعمال غلط ہو رہا ہے، اسی کے ساتھ تباہ کن جدید ہتھیار بھی اسی تہذیب کی دین ہیں، اس نے تباہ کن ہتھیاروں اور زہریلی گیسوں کی شکل میں انسانیت کی خودکشی کا سامان بہم پہنچایا ہے، نیز لہو ولعب کے نت نئے سامان آ رہے ہیں، جنھیں دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ لہو ولعب ہی مقصدِ زندگی ہے، جس وقت عالمِ اسلام پر مغربی تہذیب کی یلغار ہوئی، اس وقت ضرورت اس بات کی تھی کہ عالمِ اسلام میں ایک ایسا طبقہ کھڑا ہوتا، جسے ایک طرف تو اسلام کی صلاحیت اور آفاقیت پر پورا یقین ہوتا اور دوسری مغربی علوم اور فلسفوں پر استاذانہ نظر ہوتی، یہ طبقہ مغربی تہذیب کا بے لاگ تنقیدی جائزہ لیتا، اس کے مفید اور مضر پہلوؤں کی نشاندہی کرتا اور ان علوم اور فلسفوں کو اختیار کرنے کا مشورہ دیتا جو اسلام کے فکری نظام سے ہم آہنگ ہیں اور ان افکار ونظریات کا بھی تعین کرتا جو اسلامی عقائد سے متصادم ہیں؛ لیکن مختلف وجوہات کی بنا پر ایسا نہ ہو سکا۔ایک وجہ اس تہذیب سے غیر معمولی مرعوبیت تھی، جس وقت عالم اسلام میں مغربی تہذیب کی آمد ہوئی؛ چونکہ یہ ایک تازہ دم اور طاقت ور تہذیب تھی؛ اس لیے اس سے مرعوبیت عام تھی، ایسا کوئی طبقہ تیار نہ ہو سکا جو اس کا تنقیدی جائزہ لیتا، اس کی خوبیوں اور خامیوں کی نشاندہی کرتا، اسلامی ممالک کے لیے لائحۂ عمل تیار کرتا جس میں ایک طرف مکمل اسلامی روح ہوتی اور دوسری طرف مغرب کے مفید علوم بھی ہوتے، دوسری وجہ یہ تھی کہ چونکہ عالم اسلام مغربی حکومتوں کی نوآبادیات بن چکا تھا؛ اس لیے اسلامی حکومتوں کا اس کے مقابلے میں کوئی ٹھوس موقف اختیار کرنا ممکن نہ رہا، تیسری وجہ یہ ہے کہ خود عالم اسلام میں مغربی تہذیب کا ایک نمائندہ طبقہ پیدا ہوگیا، یہ تھا مغربی تعلیم یافتہ طبقہ، اس نے مغربی طرز زندگی کو نہ صرف اپنایا؛ بلکہ جدت پسندی کے نام پر اس کی دعوت دی اور اپنے دائرۂ اختیار میں اسے نافذ بھی کیا، اس طبقے نے ہر مغربی چیز کو مقدس سمجھ کر اپنانا شروع کر دیا؛ چنانچہ انگریزوں کی طرح کتا پالنا، کوٹ پینٹ پہننا، ٹائی لگانا اور اسلامی زبان کے رسم الخط کے بجائے لاطینی رسم الخط اپنانے کو ترقی کی معراج سمجھا، علامہ اقبال نے اسی جدت پسندی کی تحریک کو دیکھ کر کہا تھا:

لیکن مجھے ڈر ہے کہ یہ آوازۂ تجدید
مشرق میں ہے تقلیدِ فرنگی کا بہانہ

استعماریت کا دور ختم ہوا، اسلامی ممالک کو بھی مغرب کے سیاسی استعمار سے آزادی ملی، لیکن وہ مغرب کی فکری غلامی میں آج بھی جکڑے ہوئے ہیں، وہاں مغربی طرز حکومت، مغربی نظام تعلیم اور مغربی طرز زندگی رائج ہے (بقیہ ص: ۱۰ ر پر)

اخبار جہاں

محمد عادل فریدی

بھارت نے فرانس سے رافال جنگی طیارے خریدنے کو منظوری دی

وزیراعظم نریندر مودی فرانس کے قومی دن کے موقع پر بیسٹل ڈے پریڈ کے مہمان خصوصی ہیں۔فرانسیسی صدر کے ساتھ ان کی میٹنگ سے قبل بھارتی وزارت دفاع نے مزید 26 رافال جیٹ اور تین اسکارپیئن آبدوزوں کی خریداری کو منظوری دے دی۔ بھارتی وزیراعظم نریندر مودی مغرب میں بھارت کے سب سے پرانے اسٹریٹیجک پارٹنر فرانس کے صدر امانوئل ماکروں ساتھ تعلقات کو مزید مستحکم کرنے کے لیے اعلیٰ سطح کے متعدد دفاعی سودوں اور ہند بحرالکاہل میں استحکام کو یقینی بنانے کے نئے مشترکہ منصوبے پر بات چیت کر رہے ہیں۔

یہ رافال جنگی طیارے فرانسیسی کمپنی دساؤ ایوی ایشن سے خریدے جائیں گے جب کہ اسکارپیئن آبدوز کلاس کے آبدوز فرانس کے نیول گروپ کے ساتھ مل کر بھارت کے مزگاوں ڈاک شپ بلڈرز کے ذریعہ تیار کیے جائیں گے۔گوکہ ان کی مجموعی قیمت کے بارے میں فی الحال کوئی حتمی بات نہیں کہی گئی ہے تاہم ذرائع کے مطابق ان دونوں سودوں کی کل مالیت تقریباً 800 ارب روپے ہونے کی توقع ہے۔

مودی حکومت نے رواں برس کے دفاعی بجٹ میں 13 فیصد کا اضافہ کرتے ہوئے مالی سال 2023-24 کے لیے 5.94 کھرب روپے مختص کیے تھے۔وزیراعظم نریندر مودی نے کہا کہ فرانس کے ساتھ قربت دونوں ممالک کی قیادت تک محدود نہیں بلکہ یہ بھارت اور فرانس کے درمیان غیر متزلزل دوستی کی عکاسی کرتی ہے۔

بھارت پچھلے تقریباً چار دہائیوں سے فرانسیسی جنگی طیاروں کا استعمال کر رہا ہے۔ 2015 میں پہلی مرتبہ رفال طیاروں کی خریداری کے معاہدے سے قبل بھی اس نے 1980 کی دہائی میں میراج جنگی طیارے خریدے تھے۔ بھارتی فضائیہ کے دو اسکوارڈن اب بھی ان میراج طیاروں پر مشتمل ہیں۔(ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)

سویڈن میں قرآن کے بعد بائبل اور تورات کو بھی جلانے کی اجازت دیدی گئی

سویڈن میں قرآن پاک جلانے کی ناپاک جسارت کے بعد پولیس نے اسرائیلی سفارت خانے کے باہر بائبل اور تورات کے صحیفے کو بھی جلانے کی اجازت دے دی۔عالمی خبر رساں ادارے کے مطابق سویڈش پولیس نے کل بروز ہفتہ ہونے والے ایسے احتجاجی مظاہرے کا اجازت نامہ جاری کیا ہے جس کے تحت اسرائیلی سفارت خانے کے باہر بائبل اور تورات کے صحیفے کو نذر آتش کیا جاسکے گا۔اسرائیلی صدر اسحاق ہرزیوگ اور یہودی تنظیموں نے سویڈن کی شدید الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے کہا کہ اس اقدام پر شدید احتجاج کیا جائے گا۔ یہ کسی طور قابل قبول نہیں۔بائبل کو جلانے کا اعلان کرنے والے منتظمین نے پولیس کو دی گئی درخواست میں کہا کہ قرآن کو جلانے کی اجازت دی گئی تو بائبل کے لیے بھی اجازت دی جائے ۔ یہ آزادی اظہار کی حمایت میں ہوگا۔پولیس نے بائبل اور صحیفہ تورات کو جلانے کی اجازت حاصل کرنے کے درخواست گزار 30 سالہ شخص کا نام ظاہر نہیں کیا۔سویڈن پولیس نے کہا ہے کہ ملک کے آئین میں عوامی اجتماعات کی اجازت دی گئی ہے۔(نیوز ایکسپریس)

کئی ممالک قرضوں کا سود ادا کرنے کی وجہ سے تعلیم وصحت پر خرچ نہیں کر رہے؛اقوام متحدہ

اقوام متحدہ کے ایک ذیلی ادارے کی رپورٹ میں انکشاف کیا گیا ہے کہ کورونا وبا اور یوکرین جنگ نے دنیا بھر میں 165 ملین افراد کو غربت میں دھکیل دیا۔رپورٹ میں مزید انکشاف کیا گیا ہے تقریباً 3.3 بلین لوگ جو آبادی کا نصف بنتے ہیں، ایسے ممالک میں رہ رہے ہیں جو تعلیم اور صحت کے بجائے قرضوں کے سود کی ادائیگی پر زیادہ رقم خرچ کرنے پر مجبور ہیں۔یونائیٹڈ نیشن ڈیولپمنٹ پروگرام کے سربراہ اچم سٹینر نے ایک بیان میں کہا کہ انتہائی مقروض ممالک میں، قرضوں کی بلند سطح، ناکافی سماجی اخراجات، اور غربت کی شرح میں تشویشناک اضافے کے درمیان خاص تعلق ہے۔ان اعداد وشمار کی روشنی میں اقوام متحدہ نے عالمی قوتوں اور اداروں سے ترقی پذیر ممالک کے قرضوں کی ادائیگی میں توقف کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ قرض کی ادائیگی کو سماجی اخراجات کی مالی اعانت اور معیشت کے منفی اثرات کا مقابلہ کرنے کی طرف موڑ دیا جائے۔

رپورٹ میں خدشہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اس سال کے آخر تک 75 ملین افراد انتہائی غربت کا شکار ہو جائیں گے۔ان افراد کی یومیہ آمدنی 2 یا سوا دو ڈالر سے بھی کم ہوگی جب کہ 90 ملین مزید غربت کی لکیر سے نیچے آ جائیں گے ۔165 ملین نئے غریب لوگوں کو غربت سے نکالنے کے لیے سالانہ لاگت 14 بلین امریکی ڈالر یا عالمی پیداوار کا 0.009 فیصد اور ترقی پذیر معیشتوں کے لیے 2022 میں کل عوامی بیرونی قرضوں کی خدمات کے 4 فیصد سے کچھ کم ہوگی۔(نیوز ایکسپریس)

بحیرہ روم عبور کرنے کی کوشش میں 289 بچے ہلاک ہوئے؛اقوام متحدہ

اقوام متحدہ کی رپورٹ میں انکشاف کیا گیا ہے کہ رواں سال بحیرہ روم عبور کرنے کی کوشش میں 289 بچے ہلاک ہوئے اور یہ تعداد گزشتہ برس کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ ہے۔عالمی خبر رساں ادارے کے مطابق اقوام متحدہ کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ 2023 کی پہلی ششماہی میں بحیرہ روم کو عبور کرتے ہوئے یورپ جانے کی کوشش کے دوران تقریباً 289 بچے ہلاک ہوئے۔ہجرت اور نقل مکانی پر یونیسیف کی عالمی رہنما ویرینا کناؤس نے کہا کہ حقیقی اعداد وشمار کے اس سے کہیں زیادہ ہونے کا امکان ہے کیونکہ وسطی بحیرہ روم پر بہت سے بحری جہازوں کے حادثے میں کوئی زندہ نہیں بچا اور بہت حادثوں کو کوئی ریکارڈ بھی نہیں ہے۔ویرینا کناؤس نے مزید کہا کہ بحیرہ روم کو عبور کر کے یورپ پہنچنے کی کوشش میں اپنی جانیں گنوانے والے بچوں کی تعداد اس سال کی پہلی ششماہی میں گزشتہ سال کی اسی مدت کے مقابلے میں دوگنی ہے۔یونیسیف کی عالمی رہنما ویرینا کناؤس کے مطابق رواں برس کے ابتدائی چھ مہینوں میں 11 ہزار 600 بچوں نے بحیرہ روم سے یورپی ممالک میں داخل ہونے کی کوشش کی۔ان بچوں کو یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ وہ اکیلے نہیں ہیں۔(نیوز ایکسپریس پی کے)

تعلیم و روزگار

فرانس میں ماسٹرز کرنے والے ہندوستانی طلبہ اب 5 سالہ پوسٹ اسٹڈی ویزا حاصل کر سکتے ہیں

وزیراعظم نریندر مودی، جو اس وقت فرانس کے دو روزہ دورے پر ہیں، جمعرات کی رات پیرس میں لاسین میوزیکل میں ہندوستانی باشندوں سے خطاب کیا۔فرانس میں زیر تعلیم ہندوستانی طلبہ کو ایک بڑی راحت دیتے ہوئے وزیراعظم مودی نے اپنی تقریر کے دوران اعلان کیا کہ ملک میں ماسٹر ڈگری حاصل کرنے والے طلبہ کو اب پانچ سال کا طویل مدتی پوسٹ اسٹڈی ویزا دیا جائے گا۔وزیراعظم کا دریائے سین کے ایک جزیرے پر واقع فنون لطیفہ کے مرکز لاسین میوزیکل میں جمع لوگوں کی جانب سے شاندار استقبال کیا گیا۔وزیراعظم مودی نے اپنے خطاب میں کہا کہ پچھلی بار جب میں فرانس آیا تھا، یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ فرانس میں پڑھنے والے ہندوستانی طلبہ کو 2 سالہ پوسٹ اسٹڈی ورک ویزا دیا جائے گا۔اب، یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ فرانس میں ماسٹرز کرنے والے ہندوستانی طلبہ کو 5 سال کا طویل مدتی پوسٹ اسٹڈی ویزا دیا جائے گا۔

غور طلب ہے کہ اس سے قبل فرانس میں تعلیم حاصل کرنے والے ہندوستانی طلبہ کو صرف دو سال کا ورک ویزا دیا جاتا تھا۔ہندوستانی وزارت خارجہ کے تازہ ترین اعداد وشمار کے مطابق، پچھلے تین سالوں میں مزید تعلیم کے لیے فرانس جانے والے ہندوستانی طلبہ کی تعداد میں مسلسل اضافہ ریکارڈ کیا گیا ہے ۔ 2022 میں، 6,000 سے زیادہ بیرون ملک مطالعہ کے خواہشمندوں نے فرانس کا انتخاب کیا۔

فرانس ویزا کی درخواست کے تقاضے اور فیس: اسٹڈی ویزا طلبہ کو زیادہ سے زیادہ 90 دنوں تک شینگن علاقے میں رہنے کی اجازت دیتا ہے۔اگر کورس دیے گئے دنوں سے زیادہ چلتا ہے، تو طلبا کو متعلقہ ملک کے سفارت خانے میں لانگ اسٹے اسٹڈی ویزا کے لیے درخواست دینی چاہیے ۔شارٹ ٹرم کورسز کے لیے طلبہ مختصر قیام کے ویزے کے لیے درخواست دے سکتے ہیں جو تین ماہ یا 90 دن کے لیے درست ہے۔90 دن یا 180 دنوں سے زیادہ کے کورس کے لیے، طلبہ کو ایک عارضی طویل قیام کا ویزا جاری کیا جائے گا، جس کے لیے فرانس پہنچنے پر مزید کسی رسمی کارروائی کی ضرورت نہیں ہوگی۔ چھ ماہ سے زیادہ کے کورسز کے لیے، طلبہ کو طویل قیام کا ویزا (رہائشی اجازت نامے کے برابر) جاری کیا جائے گا جو فرانس پہنچنے پر مزید رسمی کارروائیوں سے مشروط ہوگا۔

اسٹوڈنٹ شینگن ویزا کے لیے درخواست دینے کے لیے درکار دستاویزات: دو ویزا درخواست فارم درست اور ایماندارانہ جوابات کے ساتھ فارم مکمل طور پر پُر ہونے چاہئیں ۔فارم میں طالب علم کے دستخط لازمی ہیں۔

تصاویر: شینگن ویزا کی تصویر کے تقاضوں کے مطابق، تصاویر کو آخری تین ماہ کے اندر لیا جانا چاہیے۔

درست پاسپورٹ: کم از کم 3 ماہ کی میعاد کے ساتھ پچھلے 10 سالوں میں جاری کیا گیا ہے۔پاسپورٹ کے بائیومیٹرک ڈیٹا کی کاپی بھی ضروری ہے۔

پچھلے پاسپورٹ: پچھلے پاسپورٹ کو ربڑ بینڈ کے ساتھ باندھیں۔سٹیپل نہ کریں

رہائش کا ثبوت: طلبہ کے ملک کی طرف سے جاری کردہ دستاویز اس بات کے ثبوت کے طور پر کہ وہ اس ملک کے شہری یا رہائشی ہیں۔

ٹریول میڈیکل انشورنس: آپ کے یورپی ہیلتھ انشورنس کمپنی کی طرف سے فراہم کردہ ایک دستاویز جو آپ کے پورے قیام کے دوران پورے شینگن علاقے کے لیے آپ کی جامع انشورنس کوریج کی تصدیق کرتی ہے ،جس کی کوریج کی رقم €30,000 ہنگامی صحت کی دیکھ بھال کے حالات کے لیے ہے۔

رہائش کا ثبوت: رہائش کا ثبوت جہاں طالب علم ٹھہرے گا۔

مالی ذرائع کا ثبوت: وہ دستاویزات جو یہ ظاہر کرتی ہیں کہ طالب علم شینگن زون میں قیام کے دوران اسے مالی طور پر برقرار رکھ سکتا ہے ۔ثبوت ہوسکتا ہے ؛ اسکالرشپ، بینک اکاؤنٹ اسٹیٹمنٹ، پچھلے تین ماہ کا بینک بیلنس، اسپانسرشپ، اداشدہ ویزا فیس کا ثبوت۔

پیشے کا ثبوت: طلبہ کے پاس داخلہ کا ثبوت اور یونیورسٹی کی طرف سے کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔

ISRO میں سائنسداں اور انجینئرس کے لیے ویکنسی

ISRO کے وکرم سارا بھائی خلائی مرکز نے سائنسداں/ انجینئر SD اور سائنسداں/ انجینئر-SC کے عہدوں کے لیے درخواستیں طلب کی ہیں۔آپ اس بھرتی کے لیے 21 جولائی کی شام 5 بجے تک آن لائن درخواست دے سکتے ہیں۔اس کے بعد کوئی فارم قبول نہیں کیا جائے گا۔آن لائن درخواست سرکاری ویب سائٹ vssc.gov.in پر جا کر دینی ہوگی۔امیدواروں کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ درخواست فارم بھرنے سے پہلے نوٹیفکیشن چیک کریں۔غلط طریقے سے بھرا ہوا فارم مسترد کر دیا جائے گا۔نوٹیفکیشن کے مطابق اسرو میں کل 61 آسامیاں ہیں۔

درخواست کی فیس: درخواست کی فیس سبھی کے لیے 750 روپے ہے ۔خواتین/ درج فہرست ذات (SC) / درج فہرست قبائل (ST) / سابق فوجی اور PWBD امیدواروں کو مکمل فیس واپس کر دی جائے گی اگر وہ تحریری امتحان میں حاضر ہوتے ہیں۔دیگر امیدواروں کے لیے درخواست کی فیس 500 روپے ہے۔امتحان میں شرکت پر فیس واپس کر دی جائے گی۔تعلیمی قابلیت: امیدواروں کو متعلقہ برانچ میں BE / B.Tech ہونا چاہئے ۔ کچھ آسامیوں کے لیے ایم ٹیک کو بھی طلب کیا گیا ہے۔نوٹیفکیشن میں کہا گیا ہے کہ B.Tech / M.Tech فائنل ایئر کے طلبہ بھی درخواست دے سکتے ہیں۔تفصیلی معلومات کے لیے سرکاری نوٹیفکیشن دیکھیں۔

ملی سر گرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

شریعت کی حفاظت شریعت پر عمل کرنے سے ہوگی :مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

سمستی پور ضلع کے مختلف مواضعات میں اجلاس عام سے امارت شرعیہ کے علماء کرام کا خطاب

جو بات اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے کہی جائے ، اگر ہم اس پر عمل کریں گے تو اس سے ہماری زندگیوں میں تبدیلی آئے گی ، جو وقت اللہ نے دیا ہے، اس کو غنیمت جانیں اور اس کو شریعت پر عمل کرنے میں گذاریں۔آج ہر چہار جانب سے شریعت پر حملے ہو رہے ہیں، اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم نے شریعت پر عمل چھوڑ دیا ہے، اگر ہم شریعت پر عمل کرنا شروع کر دیں گے اور اپنی زندگی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق گذارنے لگیں گے تو کوئی باہری طاقت اللہ کے دین اور شریعت محمدی کو نقصان نہیں پہونچا سکتی۔یہ باتیں امارت شرعیہ کے نائب ناظم مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب نے جامع مسجد مسری گھراڑی میں دورۂ وفد امارت شرعیہ کے موقع پر منعقد اجلاس عام کو خطاب کرتے ہوئے کہیں۔آپ نے اپنے خطاب میں مکاتب و مساجد کے نظام، سماجی اصلاح ؛ جہیز و تلک کی لعنت ، نکاح میں کیے جا رہے بے رسوم و رواج اور فضول خرچیوں ، غیبت ، حسد ، جلن بدنگاہی اور فحاشی و عریانیت جیسے متعدد سماجی برائیوں پر تفصیلی روشنی ڈالی اور برائیوں سے پاک ایک صالح معاشرہ کی تشکیل کی دعوت دی۔انہوں نے کہا کہ شرعی قوانین کے حفاظت کے موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ شریعت کی حفاظت شریعت پر عمل کرنے سے ہوگی۔واضح ہو کہ امارت شرعیہ کا ایک موقر وفد اس وقت نائب ناظم امارت شرعیہ مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی کی قیادت میں ضلع سمستی پور کے مختلف مقامات کا اصلاحی دورہ کر رہا ہے۔یہ وفد مورخہ 12 جولائی 2023 کو بعد نماز مغرب مدرسہ صوت القرآن مسری گھراڑی پہونچا اور مدرسہ سے متصل جامع مسجد میں منعقد اجلاس عام میں شریک ہوا، اس وفد میں مولانا مفتی مجیب الرحمٰن قاسمی صاحب معاون قاضی شریعت دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ، مولانا مفتی امان اللہ قاسمی قاضی شریعت دار القضاء سمستی پور، مولانا سید محمد عادل فریدی قاسمی دفتر نظامت امارت شرعیہ، مولانا عبد القادر رحمانی اور مولانا جمیل اختر فیضی مبلغین امارت شرعیہ شریک تھے۔

اجلاس کا آغاز مدرسہ صوت القرآن کے طلبہ کی تلاوت کلام پاک اور نعت پاک سے ہوا، مولانا عبد القادر رحمانی مبلغ امارت شرعیہ نے نظامت کے فرائض انجام دیے۔وفد میں شامل علماء کرام نے اصلاح معاشرہ کے علاوہ کلمہ کی بنیاد پر اتفاق و اتحاد، ایک امیر شریعت کی اتباع میں جماعتی زندگی گزارنا ، امارت شرعیہ کی خدمات اور مذہبی و عصری تعلیم کی اہمیت و ضرورت نیز یونیفارم سول کوڈ اور مسلم پرسنل لا کے موضوع پر خطاب کیا۔مولانا مفتی مجیب الرحمٰن قاسمی صاحب نے امارت شرعیہ کے قیام کے پس منظر اور اس کی تاریخ بیان کی اور امراء شریعت اور امارت شرعیہ کے اکابر کی دین کی خاطر کی گئی قربانیوں کا تفصیلی تذکرہ کرتے امارت شرعیہ کے مختلف شعبہ جات کے ذریعہ کیے جا رہے کاموں کو سامعین کے سامنے رکھا اور ان سے امارت شرعیہ کے پیغام پر لبیک کہنے اور امیر شریعت کی اطاعت کی ترغیب دی۔مولانا مفتی امان اللہ قاسمی نے اپنے خطاب میں لوگوں کو آپسی نزاعات ختم کرنے اور اگر کوئی معاملہ ہو تو اس کو لے کر دار القضاء میں رجوع کرنے کی ترغیب دی۔مولانا سید عادل فریدی نے اپنے خطاب میں زندگی کے ہر مرحلہ میں شریعت کے نفاذ کی ضرورت کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ اپنے کردار و عمل سے اسلامی تعلیمات کا نمونہ پیش کریں۔آپ کی چوبیس گھنٹے کی زندگی شریعت کی اتباع اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق گزرے گی تو اس کا اثر دنیا پر ہوگا اور اللہ تعالیٰ آپ کی محبت دنیا والوں کے دلوں میں پیدا کر دے گا اور آپ کو دنیا اور آخرت دونوں میں سربلندی حاصل ہوگی۔انہوں نے حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کو ادا کرنے کی ترغیب دی اور کہا آج ہم لوگوں نے اپنے دین کو مسجدوں کے اندر اور عبادتوں میں سمیٹ کر رکھ دیا ہے جب کہ اللہ اور اس کے رسول کا مطالبہ ہے کہ دین صرف مسجدوں اور عبادتوں میں ظاہر نہ ہو بلکہ ہماری معاشرت، ہماری تجارت ، ہمارے معاملات ، لین دین، معیشت ، ہمارے رہن سہن او طور طریقہ میں بھی دین نظر آئے غرض کہ دین ہماری چوبیس گھنٹے کی زندگی کا لازمی حصہ ہو اور ہمارا معاشرہ ان بنیادوں پر قائم ہو جن بنیادوں پر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے میں مدینہ اور مکہ میں قائم کیا تھا اور جیسا معاشرہ صحابہ کرام، تابعین اور ہمارے اکابر نے پوری دنیا میں قائم کیا، انہوں نے یونیفارم سول کوڈ کے نقصانات کو تفصیل سے بیان کرتے ہوئے شرعی قوانین کی اہمیت اور اس کی حکمتوں کو بیان کیا اور لوگوں سے یونیفارم سول کوڈ کے تعلق سے لا کمیشن کو اپنی رائے بھیجنے کی اپیل کی اور طریقہ کار بھی سمجھایا اور نماز کے بعد مسجد میں بیٹھ کر لوگوں سے میل بھی کروایا۔

مولانا الیاس ندوی صاحب نے بھی یونیفارم سول کوڈ کے موضوع پر خطاب کیا جبکہ مولانا قاری ہاشم صاحب ناظم مدرسہ صوت القرآن نے شکریہ کے کلمات پیش کیے اور امارت شرعیہ کی خدمات کی تحسین کی۔میر غیاث چک اور شاہ پور بگھونی کے اجلاس میں قاری انوار صاحب استاذ مدرسہ اسلامیہ شاہ پور بگھونی نے بھی خطاب کیا اور امارت شرعیہ کی خدمات کی تحسین و ستائش کے ساتھ لوگوں سے امارت شرعیہ کی ہر آواز پر لبیک کہنے کی اپیل کی۔

عوام کی ایک بڑی تعداد نے وفد امارت شرعیہ کا پر جوش استقبال کیا، علماء وفد کے بیانات سن کر لوگوں نے شریعت کو مضبوطی سے تھامنے اور اس کے لیے جان و مال ہر طرح کی قربانی پیش کرنے کا وعدہ کیا۔جبکہ 13 جولائی کو صبح دس بجے سے ارکان وفد نے صلحہ کی جامع مسجد میں عوامی اجلاس میں شرکت کی اور مذکورہ بالا پیغامات پہونچائے۔سبھی اجلاس میں عوام کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی ۔اس سے قبل 10، 11 اور 12 جولائی کو میر غیاث چک، شاہ پور بگھونی ، بھیر وکھرا، چک اشرف اور خالص پور میں اجلاس عام میں وفد کے علماء کرام نے شرکت کی ۔13/جولائی کو مغرب بعد مہیش پٹی کی جامع مسجد میں اجلاس میں شرکت ہوئی، 14/جولائی کو جمعہ کے دن مختلف مساجد میں علماء وفد کا جمعہ کی نماز سے قبل یونیفارم سول کوڈ کے تعلق سے خطاب ہوا اور لا کمیشن کو میل بھجوانے کا کام کیا گیا۔جبکہ صلحہ میں ارکان وفد نے خواتین کے مجمع سے بھی خطاب کیا۔14/جولائی کو مغرب بعد ساتن پور کی جامع مسجد میں اجلاس عام ہوا۔اور 15/جولائی کو یہ وفد بھنگا واں اور چک بہاء الدین کے اجلاس میں شرکت کر رہا ہے۔

مقامی معاونین میں **علاقہ میر غیاث چک** کے مولانا عظمت علی صاحب امام جامع مسجد میر غیاث چک، جناب رضوان صاحب، ابوذر صاحب، عبد السلام صاحب، مولانا قاسم سلفی صاحب، سراج الحق صاحب سابق مکھیا ہری شنکر پور، ماسٹر ممتاز صاحب، سلیمان صاحب، خلیق الرحمٰن صاحب موذن جامع مسجد، ؛ لئیق الرحمٰن صاحب، حاجی منا صاحب، عرفان عالم، عباد الرحمٰن، ضیاء اللہ صاحبان، **علاقہ مغربی ٹولہ شاہ پور بگھونی** کے ماسٹر فیاض صاحب، ہلال اختر صاحب، مغفور عالم صاحب، نوشاد صاحب، ماسٹر علی احمد صاحب، توفیق عالم صاحب، مشتاق احمد صاحب، شکیل احمد صاحب، مولانا انتخاب صاحب ، حافظ ربانی، عبد القیوم صاحب، سرفراز صاحب مقامی صحافی روزنامہ انقلاب، جناب ذکی صاحب ، **علاقہ دربار ٹولہ بھیر وکھرا** کے جناب فیض الرحمٰن فیض ریاستی جنرل سکریٹری راشٹریہ جنتا دل، حاجی شبیر صاحب، جناب نظام عرف خورشید صاحب سابق مکھیا، ابولیث صاحب ، اظہار صاحب ، مولانا مہتاب عالم صاحب امام جامع مسجد، **علاقہ چک اشرف میں** مولانا سعید الرحمٰن امام و خطیب جامع مسجد ، جناب عتیق الرحمٰن، جناب حاجی انیس صاحب ، جناب آفتاب عالم صاحب ، غلام صابر صاحب ، فیاض احمد صاحب ، نثار احمد صاحب ، ندیم اشرف صاحب، محمد کلیم صاحب ، امین صاحب اور امتیاز صاحب **علاقہ خالص پور میں** حاجی خورشید صاحب ، حاجی شبیر صاحب ، مجتبیٰ حسن صاحب ، اجتبیٰ حسن ، مولانا مشتاق صاحب امام و خطیب جامع مسجد خالص پور وغیرہ نے وفد کی معاونت کی **علاقہ مسری گھڑاری میں** جناب حاجی فیروز صاحب ، نسیم عبد اللہ صاحب ، مولانا قاری ہاشم صاحب ، امام جامع مسجد مولانا ریاض الدین صاحب ، قاری ثاقب صاحب ، حاجی عظیم الدین صاحب ، حاجی محمود صاحب وغیرہ نے وفد کی معاونت کی اور اجلاس کو کامیاب و با مقصد بنانے میں پیش پیش رہے۔**علاقہ صلحہ بربٹہ** میں وفد کی معاونت کرنے والوں میں جناب مشتاق صاحب ، محمد طفیل صاحب ، محمد حسنین صاحب ، جناب عبد الباری صاحب ، ماسٹر سہیل انور صاحب ، مولانا ضیاء اللہ قاسمی صاحب امام جامع مسجد صلحہ ، جناب ستارے صاحب اور اصغر صاحب ، **علاقہ مہیش پٹی سے** فخر الزماں عرف گورے صاحب ، نسیم اعجازی ، حافظ شمیم اقبال ، قاری مختار صدر مدرس مدرسہ فلاح المسلمین ، معیذ الرحمٰن عرف نیر بابو، قاضی فہیم یکتا ، حاجی آل نبی صاحب ، مقبول صاحب ، **علاقہ رحیم ٹولہ چاند چوڑ** سے جناب عبد الخالق صاحب عرف لال بابو، حافظ شکیل صاحب امام جامع مسجد ، جناب حامد صاحب عرف کالے بابو **علاقہ ساتن پور سے** مولانا اختر صاحب قاسمی مہتمم جامعہ اسلامیہ بحر العلوم ، جناب احمد حسین صاحب ، مولانا افسر امام قاسمی امام جامع مسجد ، جناب شمشاد صاحب ، مفتی عبد القدوس قاسمی ، مشتاق صاحب ، الحاج ماسٹر ارشد صاحب وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔علماء امارت شرعیہ کا یہ وفد امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب کی ہدایت پر 10 جولائی سے ضلع سمستی پور کے مختلف مواضعات میں اصلاحی و دعوتی دورہ پر ہے، وفد کا یہ سفر 17 جولائی کو اختتام پذیر ہوگا۔

امارت شرعیہ مسلمانوں کے ملی وجود کی روشن علامت :قمر انیس قاسمی

ضلع جامتاڑا، دمکا اور دیوگھر ضلع میں علماء امارت شرعیہ کا دعوتی و اصلاحی دورۂ وفد بحسن و خوبی مکمل

حضرت امیر شریعت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی مدظلہ کی ہدایت پر امارت شرعیہ کے ایک مؤقر وفد نے جناب مولانا قمر انیس قاسمی صاحب معاون ناظم امارت شرعیہ کی قیادت میں مورخہ 7 جولائی 2023 بروز جمعہ سے جامتاڑا، دمکا اور دیوگھر کا دورہ کیا، یہ قافلہ مجوزہ پروگرام کے مطابق دار القضا امارت شرعیہ مدرسہ دار العلوم وحیدیہ موہرا جامتاڑا پہونچا اور یہاں کی مختلف مساجد میں وفد کے تمام ارکان نے جمعہ کی نماز ادا کی اور خطاب کیا، قائد وفد جناب مولانا قمر انیس قاسمی صاحب جناب مولانا رضاء الدین صاحب مہتمم دار العلوم وحیدیہ جناب حافظ شہاب الدین صاحب جامع مسجد سبھاش چوک ، مولانا عبد اللہ جاوید ثاقبی صاحب جامع مسجد منجھلا ڈیہہ پردھان ٹولہ، قاضی شریعت مولانا شمس الحق صاحب گریڈیہ جامع مسجد قدمی ٹانڑ اور معاون قاضی شریعت آسنسول مولانا سعید اسعد صاحب جامع مسجد موہڑہ، انہوں نے اپنے خطاب میں یونیفارم سول کوڈ کے نقصانات پر روشنی ڈالی اور لوگوں کو ای میل کا طریقہ بتایا گیا۔اس کے بعد قافلہ کرماٹانڑ کی مشہور بستی بھٹھرا ضلع جامتاڑا کے لئے روانہ ہوا، بعد نماز عشاء پروگرام شروع ہوا، قائد وفد جناب مولانا قمر انیس قاسمی صاحب معاون ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ نے اپنے خطاب میں امارت شرعیہ کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ اس وقت امارت شرعیہ حضرت امیر شریعت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی مدظلہ کی قیادت میں روز بروز ترقی کی طرف گامزن ہے اور موجودہ حالات میں جس طرح حضرت امیر شریعت مدظلہ یونیفارم سول کوڈ کو لے کر قوم و ملت کے فکر مند ہیں اور گراں قدر خدمات انجام دے رہے ہیں اور امارت شرعیہ کی پوری ٹیم کو آپ نے اس کام کے لئے بہار اڈیشہ و جھارکھنڈ میں لگا رکھا ہے وہ روشن مستقبل کی علامت ہے، آپ نے اپنے خطاب میں امارت شرعیہ کی شرعی حیثیت پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور فرمایا کہ امارت شرعیہ روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے اور ملت کے وجود کی روشن علامت ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری ہم سب کی ہے، نیز انہوں نے کہا کہ اتحاد اسلام کی روح اور وقت کی اہم ترین ضرورت ہے مسلمان اپنے فروعی مسائل سے بالاتر ہو کر محض کلمہ کی بنیاد پر متفق ہو کر زندگی گزاریں۔جناب مولانا عبد اللہ جاوید ثاقبی صاحب شعبہ تنظیم امارت شرعیہ نے اپنے خطاب میں نوجوانوں سے کہا کہ آپ اپنی زندگی شریعت کے مطابق گذاریں، اپنا آئیڈیل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو بنائیں، غیروں کے طریقہ کو اختیار نہ کریں اور ہر حال میں دین پر مضبوطی سے قائم رہیں اور ہر حال میں اپنے ایمان پر ثابت قدم رہیں ۔جناب مولانا شمس الحق قاسمی صاحب قاضی شریعت دار القضاء گریڈیہ نے دار القضاء کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور کہا کہ مسلمان اپنے مسائل دار القضاء سے حل کروائیں نیز انہوں نے سماج میں پھیلی ہوئی برائیوں، رسم و رواج خصوصاً جہیز کے لین دین کے نقصانات سے آگاہ کیا۔جناب مولانا سعید اسعد قاسمی صاحب معاون قاضی شریعت دار القضاء آسنسول نے تعلیم کی اہمیت اور یکساں سول کوڈ کے نقصانات سے متعلق لوگوں کو آگاہ کیا۔وفد میں شامل مولانا عمران صاحب قاضی شریعت مدھو پور ضلع دیوگھر نے اپنے خطاب میں اصلاح معاشرہ پر روشنی ڈالی اور بچوں کی تعلیم و تربیت پر زور دیا اسی طرح وفد میں شامل مولانا محی الدین صاحب رکن شوریٰ امارت شرعیہ، جناب مولانا سہراب صاحب شیخ الحدیث دار العلوم ماٹلی والا بھروچ گجرات، جناب مولانا رضاء الدین صاحب مہتمم دار العلوم وحیدیہ موہڑہ، جامتاڑا، جناب مفتی ضیاء الرحمٰن صاحب جامتاڑا حسب موقع پروگرام میں شریک رہے، واضح رہے آج مورخہ 11 جولائی 2023ء کو یہ وفد مجوزہ پروگرام کے مطابق مختلف مقامات پر دورہ کرتے ہوئے جامع مسجد استا جوڑا ضلع دمکا پہونچا ہے، 8 جولائی کو جامع مسجد راجہ بھیٹہ بعد نماز ظہر، مدرسہ ناشر العلوم کینواڈیہہ بعد نماز مغرب، 9 جولائی کو ادھوڈیہہ بعد نماز ظہر، مدرس ندوۃ الاصلاح جامع مسجد پھکبندی عبد اللہ نگر بعد نماز مغرب، 10 جولائی کو جامع مسجد دودھانی ضلع دمکا بعد نماز مغرب، جامع مسجد استا جوڑا ضلع دمکا میں پروگرام ہوا ، ان پروگراموں کو ترتیب دینے اور کامیاب و با مقصد بنانے میں جناب حافظ شہاب الدین صاحب مبلغ امارت شرعیہ و جناب مولانا عثمان صاحب مبلغ امارت شرعیہ اور مقامی علماء و عوام نے اہم رول ادا کیا۔امارت شرعیہ کے علماء کرام کا یہ دعوتی و اصلاحی دورہ 14 جولائی 2023ء کو بحسن و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

ملت اسلامیہ ایک ممتاز داعی اسلام سے محروم ہوگئی

مناظر اسلام حضرت مولانا طاہر حسین گیاوی کے سانحہ ارتحال پر امارت شرعیہ بہار اڈیسہ و جھارکھنڈ میں تعزیتی نشست

ملک کے نامور عالم دین، مناظر و متکلم اسلام حضرت مولانا طاہر حسین گیاوی کے سانحہ ارتحال پر امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کے امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی دامت برکاتہم نے گہرے صدمے کا اظہار کیا، اور اپنے ایک تعزیتی پیغام میں فرمایا کہ ایک عالم ربانی ہم سے رخصت ہو گیے، جس سے پوری ملت کا علمی خسارہ ہوا، مولانا نے اپنی پوری زندگی احقاق حق کے لئے وقف فرما دی تھی، وہ علوم اسلامیہ اور امور شریعت کے بڑے عالم تھے، ان کی نظر مختلف مکاتب فکر کے نقطہائے نظر پر گہری تھی، اللہ تعالیٰ ملت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے اور حضرت علیہ الرحمہ کو جنت الفردوس کے اعلیٰ مقام عطا فرمائے، ان کے وصال پر آج مورخہ ۱۳/ جولائی ۲۰۲۳ء کو امارت شرعیہ میں ایک تعزیتی نشست منعقد ہوئی جس میں نائب امیر شریعت حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تفسیر وحدیث کے ساتھ فقہ اسلامی میں خاص ملکہ عطا فرمایا تھا، وہ احقاق حق اور ابطال باطل کے لیے لئے ہمیشہ جدوجہد کرتے رہتے، ان کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ نہایت ہی متواضع اور سادہ زندگی کے دلدادہ تھے۔امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی قاسمی صاحب نے فرمایا کہ مولانا نے جہد وعمل کی زندگی گذاری، میں نے ان کے اندر سادگی، خندہ روئی اور اپنائیت کے مختلف مناظر دیکھے وہ علم وفضل میں بڑا مقام رکھتے تھے۔قاضی شریعت مولانا محمد انظار عالم قاسمی نے فرمایا کہ مولانا نے پوری زندگی حق کو ظاہر کرنے میں صرف کی، ان کا امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ سے بڑا گہرا رشتہ وتعلق تھا، پوری حیات عزم واستقلال اور اخلاص کے ساتھ دین حق کی اشاعت میں مصروف رہے۔مفتی امارت شرعیہ مولانا محمد سعید الرحمٰن قاسمی نے بھی مولانا کی علمی وفقہی خصوصیات پر سیر حاصل گفتگو کی اور فرمایا کہ اللہ نے انہیں متنوع کمالات وامتیازات سے نوازا تھا، بے مثال خطیب تو تھے ہی، بڑے محقق بھی تھے، انہوں نے کئی علمی وفکری کتابیں تصنیف کیں، انہوں نے ان کے وصال کو ملت کے لیے ایک بڑا سانحہ قرار دیا۔اس تعزیتی نشست میں موجود تمام کارکنان نے گہرے رنج وغم اور صدمے کا اظہار کیا اور اجتماعی طور پر مولانا کی بلندی درجات کے لئے دعاء کی۔اس نشست میں مولانا مجیب الرحمٰن قاسمی، مولانا رضوان احمد ندوی، مولانا ارشد رحمانی، مولانا راشد العزیری ندوی، مولانا شمیم اکرم رحمانی، مولانا محمد اسعد اللہ قاسمی، مولانا منہاج عالم ندوی، مولانا صابر حسین قاسمی، مولانا عبد القدوس مظاہری، مولانا مجاہد الاسلام قاسمی، مولانا محبوب عالم رحمانی، مولانا نوشاد، مولانا فیروز صاحب کے علاوہ دیگر کارکنان ومبلغین امارت شرعیہ نے شرکت کی۔

اسلام میں کسی بھی بنیاد پر اونچ نیچ کی کوئی تفریق نہیں۔وصی احمد قاسمی

ضلع دربھنگہ کے مختلف مواضعات میں امارت شرعیہ کے علماء کا دعوتی واصلاحی دورہ

حضرت امیر شریعت مدظلہ کی ہدایت پر 9/ تا 16 جولائی 2023 تک دربھنگہ کے صدر بلاک کے مختلف مواضعات میں امارت شرعیہ کا اصلاحی ودعوتی دورہ ہوا، جس میں مختلف اجلاس میں امارت شرعیہ کا پیغام دیتے ہوئے وفد کے قائد اور مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کے قاضی شریعت مفتی وصی احمد قاسمی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مذہب اسلام کو اپنا پسندیدہ دین قرار دیتے ہوئے اس کے ماننے والوں کو یہ حکم دیا کہ وہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہیں، کسی بھی مسلک ومشرب یا ذات وبرادری کے نام پر ہرگز تفریق نہ کریں، کسی بھی بنیاد پر اونچ نیچ کو فروغ نہ دیں مسلمان آپس میں بھائی بھائی بن کر رہیں۔انہوں نے کہا کہ آج ملت اسلامیہ ذات پات رنگ ونسل اور مسلک ومشرب کے نام پر اتنی منتشر ہوگئی ہے کہ اسے جو چاہے ڈرا دھمکا دے۔انہوں نے کہا کہ اتحاد میں بڑی طاقت ہے، امارت شرعیہ کا پیغام ہے مسلمان اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کریں۔انہوں نے دار القضاء کے موضوع پر اپنی گفتگو میں کہا کہ حضرت امیر شریعت مفکر ملت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب نے دار القضاء کے نظام کو بڑی تیزی کے ساتھ آگے بڑھایا ہے تاکہ مسلمان اپنے مسائل دار القضاء کے ذریعہ حل کرائیں لہذا ہم سبھوں کی ایمانی ذمہ داری ہے کہ اپنے مسائل کو دار القضاء سے حل کرائیں، اپنے کھانے پینے کا خرچ کم کر کے اپنے بچوں کو تعلیم سے آراستہ کریں، انہوں نے فرمایا کہ بیت المال امارت شرعیہ میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے لہذا آپ حضرات اس کا بھرپور تعاون کریں۔مفتی ارشد علی رحمانی قاضی شریعت دار القضاء امارت شرعیہ مہدولی دربھنگہ نے کہا کہ جس طرح راستے پر چلنا بند کر دیں تو راستے کا نشان ختم ہو جاتا ہے اسی طرح شریعت پر عمل کرنا چھوڑ دیں تو شریعت کو مٹانا آسان ہو جاتا ہے اس لیے بحیثیت مسلمان ہم سبھوں پر لازم ہے کہ ہم شریعت پر عمل کریں اور یاد رکھیں کہ جب ہم شریعت پر مضبوطی کے ساتھ عمل کریں گے تو مخالف طاقتیں خود بخود پست ہو جائیں گی، موصوف نے کہا کہ اپنے اخلاق کو بلند کریں انسانیت کے نام بلا تفریق مذہب لوگوں کی مدد کریں تو لوگ اسلام کے گرویدہ ہو جائیں گے، موصوف نے کہا کہ نکاح کو سادگی کے ساتھ انجام دیں جہیز، تلک اور بارات کی رسم بد کو ختم کریں یہ سماج کے لئے بڑا ناسور ہے۔مولانا نصیر الدین مظاہری نے کہا کہ لاء کمیشن آف انڈیا نے یونیفارم سول کوڈ کے نفاذ کے تعلق سے مذہبی تنظیموں اور عوام سے رائے طلب کی ہے اور اس کے ذریعہ شریعت اسلامی کو مٹانے کا منصوبہ بنایا ہے ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ لاء کمیشن کو اپنا احتجاج درج کرائیں انہوں نے کہا کہ اپنے پڑوسی کا خیال رکھیں غریبوں کی مدد کریں اور بے سہاروں کے لئے سہارا بنیں اور اپنے ہر عمل سے صاحب ایمان ہونے کا ثبوت دیں۔مولانا شعیب عالم قاسمی مبلغ امارت شرعیہ نے شرکاء وفد کا تعارف کراتے ہوئے امارت شرعیہ کی رفاہی خدمات پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔

مولانا عبد الحق رحمانی مبلغ امارت شرعیہ نے پروگرام کو منظم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔09 جولائی سے شروع ہونے والا یہ اصلاحی و دعوتی دورہ مورخہ 16 جولائی کو بحسن وخوبی اختتام پذیر ہوا۔جہاں جہاں وفد پہونچا، عوام وخواص کی بڑی تعداد نے وفد کا والہانہ استقبال کیا اور علماء کرام کی باتوں کو غور سے سنا اور عمل کرنے کا عزم کیا۔ہر جگہ یکساں سول کوڈ کے تعلق سے لوگوں سے میل بھیجنے کی اپیل کی گئی، میل بھیجنے کا طریقۂ کار بتایا گیا اور لوگوں سے مجلس میں ہی میل بھجوایا گیا۔

لا کمیشن کو یونیفارم سول کوڈ کے تعلق سے رائے دینے کی تاریخ میں توسیع

لاء کمیشن نے یونیفارم سول کوڈ پر اپنی رائے روانہ کرنے کی آخری تاریخ میں دو ہفتہ کا اضافہ کیا ہے، اب آخری تاریخ 28 جولائی 2023 ہے۔لاء کمیشن نے 14 جولائی کو جاری اپنے تازہ نوٹیفکیشن میں تاریخ کی توسیع کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یونیفارم سول کوڈ کے موضوع پر عوام کی جانب سے زبردست ردعمل کے پیش نظر اور توسیع کے حوالے سے مختلف حلقوں سے موصول ہونے والی متعدد درخواستوں کی بنیاد پر لاء کمیشن نے متعلقہ افراد کی طرف سے آراء اور تجاویز جمع کرانے کے لیے دو ہفتے کی توسیع کا فیصلہ کیا ہے۔نوٹیفکیشن میں لاء کمیشن نے آگے لکھا ہے کہ لاء کمیشن تمام اسٹیک ہولڈرز کی آراء کو اہمیت دیتا ہے اور اس کا مقصد ایک ایسا سازگار ماحول تشکیل دینا ہے جو سرگرم حصہ داری کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ہم تمام دلچسپی رکھنے والی جماعتوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں تاکہ وہ اپنے قیمتی خیالات اور مشاہدات پیش کرنے کے لیے اس توسیعی مدت کا استعمال کریں۔

یہ بھی خبر ہے کہ بعض تنظیموں نے لاء کمیشن سے ملاقات کا وقت مانگا ہے، لاء کمیشن کے مطابق پہلے موصول ہونے والی آراء کی تنقیح کی جائے گی پھر تنظیموں کو ملاقات کا وقت دیا جائے گا۔

امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب نے تمام لوگوں سے اپیل کی ہے کہ جن لوگوں نے اب تک ای میل کے ذریعہ رائے نہیں بھیجی ہے۔وہ اس توسیعی مدت کا فائدہ اٹھائیں اور وقت مقررہ کے اندر ضرور اپنی رائے بھیج دیں۔

بقیہ: اسلام انسانیت کی کامیابی کا ضامن

مغرب کی سیاسی غلامی سے آزاد ہونے کے بعد بھی وہ نہ صحیح اسلامی حکومت قائم کر سکے، نہ ہی اپنا مستقل نظام تعلیم تشکیل دے سکے اور نہ اپنی زندگی کو اسلامی اصولوں پر ڈھال سکے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اسلامی ممالک میں مادیت کا سیلاب دن بہ دن بڑھتا جا رہا ہے، اسلامی روح رفتہ رفتہ نکلتی چلی جا رہی ہے اور مغربی تہذیب کے تباہ کن اثرات تیزی سے پھیلتے جا رہے ہیں، آج پوری انسانیت مغربی تہذیب کے اثراتِ بد سے تباہی کے دہانے پر ہے، اگر انسانیت فلاح وکامرانی چاہتی ہے تو اسے اسلام کی طرف لوٹنا ہوگا، زندگی کے مختلف میدانوں میں اس کی رہنمائی لینی ہوگی، انفرادی زندگی میں بھی اور اجتماعی زندگی میں بھی، زمام قیادت اسلام کے ہاتھ میں دینی ہوگی، انسان خدا کی مخلوق ہے اور اسلام خدا کا قانون ہے، خدا کی مخلوق کے لیے خدا کا ہی قانون موزوں ہے، اس قانون اور نظام کے سامنے انسانوں کے خودساختہ نظام ہائے زندگی اور قوانین ناقص اور بونے ہیں، یہی واحد نظام ہے جو انسانیت کی فوز وفلاح کا ضامن ہے۔

وکاس ہومیو ہال

ہمارے یہاں WSI، Baksan، SBL، Germany، Bt

ڈائلوسن، مدر ٹینچر اور بایوکومک کے علاوہ دیگر کمپنی کی بھی دوا موجود ہے۔

دوا ملنے کا پتہ:-

(ناگمنی مہیلا پرشکچھن کیندر کے نیچے) چنوٹی کنواں، پھلواری شریف، پٹنہ

رابطہ نمبر- 9386597291

विकास होमियो हॉल

हमारे यहाँ Bt, Germany, SBL, Baksan, WSI डायलुसन, मदर टींचर, बायोकोमिक एवं अन्य कम्पनी की भी दवा उपलब्ध है।

दवा मिलने का पता:-

(नागमणी महिला प्रशिक्षण केन्द्र के निचे) चुनौटी कुआँ, फुलवारी शरीफ

تعدد ازدواج کا مسئلہ

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

اسلام نے تعدد ازدواج کی اجازت دی ہے، ترغیب نہیں دی، اس کو جائز تو ٹھہرایا گیا ہے؛ لیکن مستحب قرار نہیں دیا گیا ہے، اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں غزوات اور ان کی وجہ سے بیواؤں اور یتیموں کی کثرت کی بناء پر صحابہ کی بڑی تعداد ایک سے زیادہ بیویاں رکھتے تھے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت واشاعت اور یتیموں اور بیواؤں کی کفالت جیسی مصلحتوں کی بناء پر کئی نکاح فرمائے؛ لیکن فقہاء اسلام نے اسی بات کو بہتر قرار دیا ہے کہ ایک ہی بیوی پر اکتفا کیا جائے؛ چنانچہ علامہ برہان الدین مرغینانی (۵۳۰-۹۵۳ھ) فرماتے ہیں: ''کسی شخص کی ایک بیوی ہو اور وہ اس کی موجودگی میں دوسری شادی کرنا چاہے تو اگر اس کو اندیشہ ہو کہ وہ دونوں کے درمیان عدل نہیں کر سکے گا تو اس کے لئے دوسرا نکاح کرنا جائز نہیں ہے، اور اگر یقین ہو کہ وہ ان کے درمیان عدل کر سکے گا تو اس کے لئے دوسرے نکاح کی گنجائش ہے؛ تاہم اگر اس کے باوجود دوسرا نکاح نہ کرے تو اجر کا مستحق ہوگا؛ اس لئے کہ وہ اپنی بیوی کو رنج واندوہ سے دوچار کرنے سے باز رہا ہے، اسی طرح اگر کوئی عورت پہلے سے موجود بیوی کی موجودگی میں دوسرا نکاح کرنا چاہے تو یہ اس کے لئے جائز ہے، لیکن اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس کو اجر وثواب حاصل ہوگا'' (مختارات النوازل:۲/۴۸)۔

اسی طرح فتاوی عالمگیری میں ہے کہ: ''کسی کے پاس ایک بیوی موجود ہو، وہ اس کی موجودگی میں دوسری شادی کرنا چاہتا ہو اور اندیشہ ہو کہ ان دونوں کے درمیان عدل نہیں کر سکے گا تو اس کے لئے دوسری شادی کرنا جائز نہیں، اور اگر اس کا اندیشہ نہ ہو تو دوسری شادی کرنے کی گنجائش ہے، لیکن نہ کرنا بہتر ہے اور اگر نہ کرے تو پہلی بیوی کو غم سے دوچار نہ کرنے کا اجر اسے حاصل ہوگا'' (الہندیہ:۱/۳۴۱) اسی طرح فقہ حنفی کی ایک اور کتاب میں لکھا ہے: ''فقہاء نے کہا ہے کہ اگر پہلی بیوی کو رنج پہنچنے کے غم سے دوسرا نکاح نہ کرے تو یہ اس کے لئے باعث ثواب ہوگا'' (حافیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق ۲/۱۱۲)۔

یہی نقطہ نظر فقہاء شوافع کا بھی ہے: ''امام شافعی نے فرمایا: میرے نزدیک مستحب یہ ہے کہ ایک ہی بیوی پر اکتفا کرے؛ مگر یہ کہ ایک سے زیادہ نکاح کرنا جائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم کو اندیشہ ہو کہ انصاف نہ کر سکو تو ایک ہی بیوی پر اکتفا کرو'' (البیان فی مذہب الامام الشافعی، کتاب النفقات ۱۱/۱۹۰)۔ فقہ شافعی کی ایک اور اہم متداول کتاب میں لکھا گیا ہے: ''آزاد مرد کے لئے بیک وقت چار سے زیادہ عورتوں کو جمع کرنا حرام ہے، اور بہتر ہے کہ ایک ہی بیوی پر اکتفا کرے'' (عمدۃ السالک وعدۃ الناسک:۱/۲۰۵)۔

فقہاء حنابلہ نے بھی یہی لکھا ہے: ''علامہ مرداوی حنبلی کہتے ہیں کہ مذہب کا قول صحیح یہی ہے کہ اگر ایک بیوی عفت و پاکدامنی کے لئے کافی ہو جائے تو ایک سے زیادہ نکاح نہ کرے، نیز علامہ ابن خطیب سلانی فرماتے ہیں جمہور حنابلہ نے اسی بات کو بہتر قرار دیا ہے کہ ایک سے زیادہ نکاح نہ کیا جائے'' (الانصاف:۱۲/۲۰۴)۔ فقہ حنبلی کی ایک اور اہم کتاب کشاف القناع میں لکھا ہے: ''اگر ایک بیوی سے پاکدامنی حاصل ہو جائے تو مستحب ہے کہ ایک سے زیادہ نکاح نہ کیا جائے، اس لئے کہ اس میں اپنے آپ کو ناانصافی کی طرف لے جانا ہے'' (کشف القناع:۱۱/۱۳۸)۔

اسی طرح کی صراحتیں مختلف کتابوں میں منقول ہیں، دیکھئے: (النجم الوہاج فی شرح المنہاج:۷/۱۰، مغنی المحتاج:۴/۲۰۷، شرح المہذب:۱۶/۱۳۷، التنبیہ فی فقہ الشافعی:۱/۱۸۷ وغیرہ)۔ دوسری بات یہ ہے کہ قرآن مجید نے بیویوں کی تعداد کی توسیع نہیں کی ہے: لیکن اس کو محدود کیا ہے اور زیادہ سے زیادہ چار نکاح کی اجازت دی ہے: ''تمہیں جو عورتیں پسند ہوں، ان میں سے دو دو، تین تین، چار چار سے نکاح تو کر ہی سکتے ہو اور اگر اندیشہ ہو کہ عدل نہیں کر سکو گے تو پھر ایک ہی پر اکتفا کرو'' (سورہ نساء:۳)۔ غرض کہ ایک وقت میں چار سے زیادہ بیویاں رکھنے کی گنجائش نہیں ہے۔

تیسرے: یہ اجازت عدل کے ساتھ مشروط ہے، یعنی جو شخص ایک سے زیادہ بیویوں کے درمیان حقوق کی ادائیگی اور سلوک و برتاؤ میں برابری کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، اسی کے لئے ایک سے زیادہ نکاح کی اجازت ہے؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گزر چکا ہے: ''اور اگر اندیشہ ہو کہ عدل نہیں کر سکو گے تو پھر ایک ہی پر اکتفاء کرو'' (سورہ نساء:۳)۔

جو شخص دو بیویوں کے درمیان عدل نہ کرے، اس کے لئے بڑی وعید ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اگر آدمی کے پاس دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے درمیان عدل نہ کرے تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ ایک پہلو جھکا ہوا (یعنی مفلوج) ہوگا'' (المستدرک للحاکم، کتاب النکاح، حدیث نمبر:۲۷۵۹)۔

چنانچہ فقہاء نے صراحت کیا ہے کہ اگر انصاف قائم کرنے کی امید نہ ہو تو دوسرا نکاح کرنا جائز نہیں، اوپر ایک ہی بیوی پر اکتفاء کرنے کے سلسلہ میں فقہاء کی جو صراحتیں گزری ہیں، ان سب میں جہاں ایک نکاح کو مستحب قرار دیا گیا ہے، وہیں یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ یہ حکم اس شخص کے حق میں ہے جس کو امید ہو کہ اگر اس نے دوسرا نکاح کیا تو دونوں کے درمیان برابری کا سلوک کر سکے گا، جس کو یہ امید نہیں ہو اس کے لئے دوسرا نکاح کرنا جائز نہیں، نیز اگر کسی شخص کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں اور وہ ان دونوں کے درمیان عدل سے کام نہ لے تو جس کے ساتھ ناانصافی کی جائے، وہ عدالت سے برابری کے سلوک کا بھی مطالبہ کر سکتی ہے اور اگر شوہر کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی ہو تو فسخ نکاح کا بھی دعوی کر سکتی ہے۔

سماجی ضرورت: دوسرا پہلو سماجی ضرورت کا ہے، عام طور پر لڑکوں اور لڑکیوں کی شرح پیدائش میں کوئی زیادہ فرق نہیں ہوتا، لیکن شرح اموات میں مردوں کی تعداد زیادہ ہو جاتی ہے؛ کیونکہ زیادہ تر حادثات میں مردوں کی ہی جانیں کام میں آتی ہیں، مثلاً پہلی جنگ عظیم جو ۲۸/جولائی ۱۹۱۴ء سے ۱۱/نومبر ۱۹۱۸ء تک جاری رہی، اس میں ایک کروڑ ۸/لاکھ، ۲۴/ہزار ۲۳۶/کے قریب تو صرف فوجی مارے گئے، اور ۲/کروڑ، ۳۶/لاکھ، ۶۵/ہزار، ۸۷۳ زخمی ہوئے، شہریوں کی تعداد اس کے علاوہ ہے وکی پیڈیا، ورلڈ وار-۱)، ظاہر ہے کہ یہ فوجی مرد تھے، دوسری جنگ عظیم ۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۵ء جاری رہی، جس میں کل ساڑھے آٹھ کروڑ آدمی ہلاک ہو گئے، معذور ہونے والے ان کے علاوہ ہیں، ان مہلوکین اور معذورین میں غالب ترین اکثریت مردوں کی تھی، ان جنگوں میں برباد ہونے والا قائد ملک جرمنی تھا، چنانچہ اس کے بعد عرصہ تک جرمنی میں یہ کیفیت تھی کہ ہر مرد کے مقابلہ شادی کی عمر کو پہنچی ہوئی تین عورتیں ہوتی تھیں، فرانس میں ۱۹۰۰ء کی مردم شماری کے اعتبار سے عورتوں کی تعداد مردوں سے چار لاکھ تئیس ہزار، سات سو نو زیادہ تھی، اور آسٹریا میں ۱۸۹۰ء میں چھ لاکھ، چوالیس ہزار، سات سو، چھیانوے عورتیں مردوں سے زیادہ تھیں، عراق ایران جنگ (۱۹۸۸-۱۹۷۹ء) میں عراق کی ایک لاکھ اور ایران کی بیاسی ہزار عورتیں بیوہ ہو گئیں، اور اب تک عراق کی بدقسمت مہلوکین کی تعداد ۱۰/لاکھ کے قریب پہنچ چکی ہے۔

جنگوں کے علاوہ جو دوسرے ٹریفک یا صنعتی حادثات پیش آتے ہیں اور جو لوگ ہلاک ہوتے ہیں، وہ بھی عام طور پر مرد ہی ہوتے ہیں، مثلاً امریکہ میں ٹریفک نظام کے استحکام اور لوگوں میں نسبتاً زیادہ شعور پائے جانے کی وجہ سے ٹریفک حادثات کم ہوتے ہیں، لیکن وہاں گذشتہ پانچ سال کے ٹریفک حادثات میں مرنے والے مردوں اور عورتوں کی تعداد اس طرح ہے:

2011 مرد: 22,937 عورت: 9534

2012 مرد: 23,961 عورت: 9809

2013: مرد: 23,243 عورت: 9638

2014: مرد 23,266: عورت: 9463

2015: مرد: 24,899 عورت: 10166

(Source: US Department of Transportations Fatality Analysis Posted System)

پھر اگر جیلوں میں قیدیوں کا جائزہ لیا جائے تو ان میں بڑی تعداد مردوں کی ہوتی ہے، مثلا: ہندوستان میں 2015 میں وزارت امور داخلہ کی اطلاع کے مطابق کل چار لاکھ انیس ہزار چھ سو تیں قیدی تھے، جن کا تناسب مجموعی اعتبار سے % 33 (فی ایک لاکھ) ہوتا ہے، ان قیدیوں میں خواتین %4.3 تھی اور بقیہ مرد تھے۔

بالخصوص طویل المدت قیدیوں کی بڑی تعداد مردوں پر مشتمل ہوتی ہے (United Nation Figures) کیونکہ طویل قید بھیانک جرائم پر ہوتی ہے، اور اپنی نفسیاتی کمزوری کی بنا پر مجرم ذہن کی عورتیں بھی بھیانک قسم کے جرائم کا حوصلہ نہیں پاتیں، ان اسباب کی بناء پر عام طور پر ایک مرد کے مقابلہ ایک سے زیادہ عورتوں کا تناسب پایا جاتا ہے، امریکہ جیسے ملک میں جس میں حادثات سے حفاظت کا زیادہ ترقی یافتہ نظام قائم ہے، اور دفاعی ٹکنالوجی میں ترقی اور بالادستی کی وجہ سے حریف ملکوں کے مقابلہ میں اس کی فوجیوں کی ہلاکت کا تناسب بھی بہت کم ہوتا ہے، ایک رپورٹ کے مطابق ۱۹۸۷ء میں وہاں عورتوں کی آبادی بمقابلہ مردوں کے تقریباً اسی لاکھ زیادہ تھی۔ اسی طرح مختلف ممالک میں مردوں اور عورتوں کی تعداد میں فرق واقع ہوتا رہا ہے اور اکثر اوقات عورتوں کی تعداد زیادہ ہو جاتی ہے، مثال کے طور پر درج ذیل نقشہ کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے:

ملک	مرد	عورت	ملک	مرد	عورت
آسٹریا	47.07	52.93	برما	48.81	51.19
جرمنی	48.02	51.89	فرانس	48.99	51.501
اٹلی	48.89	51.11	پولینڈ	48.61	51.39
اسپین	48.94	51.06	سوئزرلینڈ	48.67	51.33
سوویت یونین	46.59	53.03	برطانیہ	48.58	51.42

(انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا)

اس میں شبہ نہیں کہ بعض ممالک میں آبادی کا تناسب اس کے برعکس بھی ہوتا ہے، مگر ظاہر ہے کہ وہاں از خود لوگ یک زدگی پر مجبور ہوں گے اور تعدد ازدواج کی نوبت کم سے کم پیش آئے گی؛ لیکن عورتوں کی شرح آبادی بڑھی ہوئی ہو اور وہاں اگر تعدد ازدواج کی اجازت نہ دی جائے تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ خواتین کی ایک بڑی تعداد تجرد اور محرومی کی زندگی گزارے؛ اس لئے تعدد ازدواج مردوں کی ہوس اور نفسانی طمع کی تکمیل نہیں، بلکہ ایک سماجی ضرورت ہے۔

اخلاقی پہلو: تعدد ازدواج کے مسئلہ میں سب سے اہم پہلو اخلاقی ہے، عفت وعصمت انسانیت کا بنیادی جوہر ہے، گائے اور بیل، گھوڑے، گدھے اور ان کی مادہ کے درمیان کیا کبھی نکاح ہوا ہے؟ ظاہر ہے اس کا جواب نفی میں ہے، نر و مادہ کی تقسیم اور جنسی خواہش انسان میں بھی ہے اور دوسرے حیوانات میں بھی؛ لیکن یہ انسانی سماج کا امتیاز ہے کہ نکاح کے ذریعہ ایک مرد اور عورت رشتہ ازدواج میں بندھ جاتے ہیں، اور ان کی وفاداریاں ایک دوسرے کے لئے محدود مخصوص ہو جاتی ہیں، دوسری مخلوقات اس وفاداری سے ناآشنا ہیں، اسی وفادی کا نام ''عفت وعصمت ہے، عفت و عصمت انسان کی فطرت میں ہے اور ہر سلیم الفطرت شخص اس کا ادراک کر سکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ انسان اپنی ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کے بارے میں برائی کی نسبت کو برداشت نہیں کر سکتا، تعدد ازدواج اس جوہر عفت کی حفاظت کا بہت بڑا ذریعہ ہے، دنیا کی تاریخ میں جب کبھی بھی قانونی تعدد ازدواج پر روک لگائی گئی ہے، وہاں غیر قانونی تعدد ازدواج نے ضرور راہ پائی ہے، قدیم تہذیبوں میں یونانی اور رومی تہذیب تعدد ازدواج کی مخالف تھی، ایڈورڈ ہارٹ پول لیکی (۱۸۳۸-۱۹۰۳ء) نے یونانی تہذیب کے بارے میں لکھا ہے کہ مرد کے لئے ایک زیادہ نکاح کی اجازت نہ تھی لیکن غیر قانونی داشتاؤں پر کوئی روک ٹوک بھی نہیں تھی (تاریخ اخلاق یورپ، ص:۲۴۰، ترجمہ دریابادی)۔

ہندوستانی مسلمان اور تعدد ازدواج: ہندوستان میں عام طور پر یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ مسلمانوں میں تعدد ازدواج کا رواج زیادہ ہے، فرقہ پرست جماعتیں اس کا خاص طور پر پروپگنڈہ کرتی ہیں اور اکثریتی فرقہ کو اس سے ڈراتی ہیں، مگر حقیقت اس کے برخلاف ہے، ڈاکٹر شائستہ پروین نے ہندوستانی معاشرہ میں تعدد ازدواج'' کے موضوع پر اپنا پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا ہے، انہوں نے اس سلسلہ میں مختلف سروے رپورٹیں جمع کی ہیں، جن میں مختلف قوموں میں تعدد ازدواج کا تناسب واضح کیا گیا ہے، اس کا خلاصہ یہاں درج کیا جاتا ہے:

(۱)	1931-40	1941-50	1951-60
قبائلی	9.35	17.53	17.98
ہندو	6.79	7.15	5.06
مسلمان	7.29	7.06	4.31

(۲) 1961 کا ایک اور سروے:

قبائلی: 15.25 بدھسٹ: 7.97 جین: 6.72 ہندو: 5.08 مسلمان: 5.07

(۳) 1961 سمنتا بنرجی کی سروے رپورٹ:

قبائلی: 15.25 ہندو: 5.06 مسلمان: 4.31

(۴) 1991 ورلڈ ڈیولپمنٹ رپورٹ:

قبائلی: 15.25 بودھ: 7.97 ہندو: 5.80 مسلمان: 5.73

(۵) تمل ناڈو 1984: ہندو: 5.05 مسلمان: 4.2

ان کے علاوہ بعض اور سروے رپورٹوں کے لئے مذکورہ کتاب ''ہندوستانی معاشرہ میں تعدد ازدواج دیکھی جا سکتی ہے، ان سبھوں سے مشترک طور پر جو بات معلوم ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ ہندوستان میں تعدد ازدواج کا سب سے کم تناسب مسلمانوں میں ہے۔

خلاصہ گفتگو: اس لئے حقیقت یہ ہے کہ تعدد ازدواج کی اجازت ایک سماجی وعمرانی ضرورت اور عفت و پاکدامنی کی حفاظت کا ذریعہ ہے، اور اپنے نتائج واثرات کے اعتبار سے خود عورتوں کے لئے بعض حالات میں باعث رحمت ہے؛ البتہ یہ بات ضروری ہے کہ تعدد ازدواج کے لئے شریعت نے جو حدود و قیود مقرر کی ہیں، ان کا لحاظ رکھا جائے، ورنہ یہ حکم شریعت کا استعمال نہیں؛ بلکہ ''استحصال ہوگا۔

اسلامی نظام اقتصادیات کی تطبیق کی ضرورت

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندویؒ

اسلام کے ذہن میں اور موجودہ مغربی ذہن میں معاشیات کے متعلق بہت بین فرق ہے، اگر چہ اسلام میں بھی زندگی گزارنے کے لیے جتنی فکر کی ضرورت ہے، اس کو انجام دینے کی تاکید ہے، اوراس کی دومثالیں نمایاں ہیں: ایک تو یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طالب حاجت کواس کے گھر کے پیالے کو منگوا کر نیلام کر کے ایک درہم اس کو اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے دیا اور دوسرے درہم میں کلہاڑی خرید کرا پنے دست مبارک سے دستہ لگایا اور کہا کہ لکڑی کاٹو اور بیچو اور اس سے کام چلاؤ، دوسرے حج کے موقع پر ایک صحابی نے پیشکش کی کہ وہ اپنی ساری ملکیت اللہ کی راہ میں دے دیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا، انھوں نے کہا نصف دے دیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی منع فرمایا، انھوں نے کہا کہ ثلث دے دیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ثلث بھی بہت ہے، لیکن کر سکتے ہو، اور دیکھو اپنے بچوں کو بے سہارا چھوڑنے کے بجائے ان کے لیے انتظام کر کے جاؤ۔

ان دومثالوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو یہ اصول دیا کہ ضرورت کے لیے معاشیات کی فکر صحیح ہے، لیکن مغربی اصول یہ ہے کہ جتنا زیادہ سے زیادہ مل سکے چاہے دوسرے کا پیٹ کاٹ کر ملے، اس کی کوشش کی جائے، انسان کا پیٹ ایک حد رکھتا ہے، اور دوسرے انسان بھی انسان ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کو اگر ایک میدان بھر کے سونا مل جائے تو وہ چاہے گا کہ دوسرا میدان بھی بھر کے مل جائے، تو تیسرے کی خواہش کرے گا، اور فرمایا کہ انسان کا پیٹ مٹی ہی بھرے گی، اور مغربی معاشیات اسی انسان کی مثال ہے، اس کے نتیجہ میں کچھ لوگ بے انتہا دولت مند ہو جاتے ہیں اور کچھ لوگ دو وقت کے کھانے کے بھی محتاج ہو جاتے ہیں، یہ سرمایہ دارانہ نظام میں ہوتا ہے، اور کمیونسٹ معاشی نظام میں تو ایسا طریقہ اختیار کیا گیا کہ معاشی حصول کی کوشش خود اختیاری نہیں رہی اور محنت کرنے والے کو کام کے جذبہ سے محروم کر دیا گیا، اسلام میں دونوں نقص سے بچنے کا انتظام ہے، لہذا ان دو مغربی نظاموں سے ہٹ کر جو صورت اسلام کی تعلیمات کے مطابق ہے اس کو بنیاد بنا کر ہم کو اسکیم سوچنی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام میں بطور خاص زکوۃ کا بہت اچھا نظام بھی رکھا ہے، اگر اس کا استعمال صحیح ہو تو کوئی پریشانی کی بات نہیں ہوسکتی، اگر زکوۃ کا نظام بھی کافی نہ ہوا ہوتا تو اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے، اس سے زیادہ کا اصول مقرر فرماتا، وہ فرماتا ہے: ’’وَمَا آتَيْتُم مِّن رِّبًا لِّيَرْبُوا فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُو عِندَ اللَّهِ، وَمَا آتَيْتُم مِّن زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ [الروم/ 39] (اور جو تم سود دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں افزائش ہو، تو خدا کے نزدیک اس میں افزائش نہیں ہوتی اور جو تم زکوۃ دیتے ہو اور اس سے خدا کی رضامندی طلب کرتے ہو تو وہ موجب برکت ہے اور) ایسے ہی لوگ اپنے مال کو دو چندسہ چند کرنے والے ہیں)، پھر سود کی جو شناعت بتائی گئی ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ سے جنگ کرنے کی صورت قرار دی گئی ہے، تو اس کی حیثیت سانپ کی ہے جس کو دیکھ کر آدمی ڈر جائے اور اس سے بھاگے، نہ کہ اس کے قریب ہونے کی کوشش کرے اور اس کے چکنے چکنے جسم پر ہاتھ پھیرے۔

اسلام ایک جامع مذہب ہے، اس میں زندگی کے سارے پہلوؤں کو سمیٹا گیا ہے، صرف عقیدہ اور عبادت ہی تک محدود نہیں رکھا گیا ہے، بلکہ اس میں ان پہلوؤں کی بھی رعایت رکھی گئی ہے جو انسان کی فطری جائز ضرورتوں سے تعلق رکھتے ہیں، اور ان کا معاشیات سے بھی خاصا تعلق ہے، لہذا اس کی فکر کرنا اسلام میں صرف جائز ہی نہیں، بلکہ بعض موقعوں پر ضروری قرار دی گئی ہے، لیکن اسلام کی اس جامعیت کے ساتھ اس میں مناسب لحاظ رکھنے کو بتایا کہ کون چیز کتنی زیادہ ضروری ہے اور کون چیز کم ضروری ہے، اس کو اس مثال سے بھی سمجھا جا سکتا ہے، کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے، بڑا تجارتی کارواں آیا اور کاروبار سے تعلق رکھنے والے اس کی طرف متوجہ ہو کر اس طرف جانے لگے، اس پر اللہ کی طرف سے گرفت آئی کہ اللہ کی عبادت کی طرف بلایا جا رہا ہے، اس کو چھوڑ کر فوری طور پر مالی منفعت کی طرف توجہ کی جانے لگی، لہذا اس پر تنبیہ ہوئی لیکن اس کے ساتھ یہ بھی فرمادیا گیا کہ تم نماز ادا کرلو اور پھر جاؤ اور اپنی مادی ضرورت کی طلب میں لگو، یہ نہیں کہا گیا کہ ہر حال میں صرف ایک ہی پہلو میں محدود ہو’’ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ، فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ [سورۃ الجمعۃ: 10] (مومنو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو خدا کی یاد (یعنی نماز) کے لیے جلدی کرو، اور (خرید وفروخت ترک کر دو، اگر تم علم وسمجھ رکھتے ہو تو یہ بات تمہارے حق میں بہتر ہے، پھر جب نماز ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور خدا کا فضل تلاش کرو) تو اس میں ترتیب بتادی گئی کہ کس کی اہمیت کتنی ہے، لہذا ہم کو دونوں کی فکر کرنا ہے، دوسری مثال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہے کہ وہ بڑے تاجر وکاروباری تھے، جب وہ خلیفہ ہوئے تو اپنے کاروبار کے لیے چلے، حضرت عمر نے ٹوکا کہ امت کے نظم ونسق وانتظام کے کام کیسے ہوں گے؟ انہوں نے کہا کہ اپنے معاش کی ضرورت کا کیا کریں؟ انہوں نے کہا: اس کا معاوضہ حکومت سے لیجیے، تو حکومت کے انتظام کی اہمیت کی وجہ سے راضی ہو گئے، وہ چاہتے تو اپنے معیار کے مطابق معاوضہ لیتے، سربراہ تھے، اسی کے مطابق معاوضہ لے سکتے تھے، لیکن انہوں نے اتنا معاوضہ قبول کیا جس میں کسی قدر فقر کے ساتھ زندگی گزر سکتی تھی اور اس میں اخیر تک سخت رویہ رکھا، جس کا واقعہ تاریخ میں آتا ہے۔

لہٰذا مسئلہ ترتیب کا ہے، ضرورت ہر پہلو کی ہے، لیکن اس میں اولیت اور ثانویت کا لحاظ رکھنا پڑے گا، اس میں اسلام اور مغربی نقطہ نظر کا تضاد ہے، لہذا ہم کو اسلامی نقطۂ نظر سے دیکھنا ہے، مغرب نے دولت بڑھانے کو اولیت دی ہے اور اس میں حرص و ہوس کو بنیاد بنایا ہے اور اسلام نے اولیت ضرورت کو دی ہے اور انسانی ہمدردی اور سب کی خیر خواہی کو اولیت دی ہے، اسی لیے زکوۃ کا نظام رکھا ہے، مغربی نظام میں سودی بینکوں کو غیر معمولی اہمیت دی گئی ہے، جس کا خراب نتیجہ دیر سویر سامنے آتا ہے، جیسا کہ آجکل اچانک دنیا میں اس وقت واقع ہو رہا ہے، لہذا ہم کو ایسی راہ تلاش کرنی ہے جس کا اچھا پہلو حاصل ہو اور برے پہلو سے ہم بچ سکیں، مدارس دینیہ کے لئے ہم کو اس اصول کو رہنما بنانا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز جمعہ کے سلسلہ میں ہمارے سامنے بحیثیت رہنما رکھا گیا ہے، اس سلسلہ میں اسلامی اصول کو بنیاد بنا کر غور کرنا چاہیے کہ اسلامی نظام اقتصادیات کو نئے حالات اور نئے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے کس طرح مرتب کیا جائے، اقتصادیات زندگی کی اہم ضرورت ہے، اس سے صرف نظر نہیں کیا، لیکن غیروں کے نظام کے اثر سے اپنے کو بچاتے ہوئے اسلامی اصول کے تحت حل ڈھونڈنا چاہیے، اس کے لیے ہمارے مسلم کالجوں اور یونیورسٹیوں میں جہاں ریسرچ کے بھی اچھے انتظامات ہیں، مغربی اصول اقتصادیات کے گرداب میں سے نکلنے کے لیے تحقیق وغور وفکر کا نظام قائم کرنا چاہیے جو کہ اب تک عموماً نہیں ہے، جو کہ افسوس کی بات ہے، دسیوں بیسیوں سال سے وہی مغربی طرز فکر کی ترجمانی جاری ہے، رہے ہمارے دینی مدارس تو وہاں بھی اقتصادیات کا بقدر ضرورت تعارف اور اس میں اسلامی نقطۂ نظر کی تعلیم کا نظام ہونا چاہیے، میں معاشیات کی اہمیت کو سمجھتا ہوں اور اس کے مسائل وتدابیر پر بہتر سے بہتر طریقہ سے غور کرنے کا مخالف نہیں ہوں، اور اس کی فکر کو ضروری سمجھتا ہوں، لیکن اسلامی اصول کو نظر انداز کیے بغیر نہیں، جس میں تجارت وسود کو خلط ملط کیا جاتا ہے، لہٰذا ماہرین معاشیات اسلام کی محبت میں اور قرآنی حکم کو اہمیت دینے میں کمی نہ کریں۔

خواتین کے دین وایمان کی فکر کیجیے!

مولانا محمد شبلی القاسمی قائم مقام ناظم

اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں دو صنف پیدا کئے ہیں، ایک کا نام مرد اور دوسرے کا نام عورت ہے، یہ دنیا انہیں دونوں کے وجود سے قائم اور آباد ہے، دونوں کی آبادیاں بھی تقریباً نصف نصف ہیں یعنی عورتوں کی تعداد دنیا میں مردوں سے کم نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے دونوں کی فلاح وصلاح کی فکر فرمائی ہے، انبیاء ورسل صحائف وکتب اور آسمانی ہدایتیں دونوں کے لئے نازل کئے ہیں، اللہ کے رسولوں نے جس طرح مردوں کے ایمان کی فکر کی اسی طرح عورتوں کی ہدایت اور ایمان کی بھی فکر فرمائی، شرعی احکام کے پابند جس طرح مرد ہیں اسی طرح عورتیں بھی ہیں، جنت وجہنم اور حساب وکتاب کا معاملہ مردوں کے لئے بھی ہے اور عورتوں کے لئے بھی، اس حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے علماء، ائمہ اور صلحاء حضرات کی اصلاحی جد وجہد مرد کے ساتھ خواتین کے لئے بھی ہونا ضروری ہے؛ لیکن جب ہم اس پر غور کرتے ہیں تو بلا تامل اس نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ جتنی محنت مردوں کی اصلاح اور اس کی تعلیم وتربیت کے لئے کی گئی، جتنے مدارس ومکاتب اور اصلاحی وتربیتی مجالس ومواقع مردوں کے لئے فراہم کئے گئے اس کا عشر عشیر بھی خواتین کے لئے ہم نے نہیں کیا، اس کی قبر، اس کی آخرت، اس کی جنت اور اس کی اخروی نجات کی ہم نے قابل قدر فکر نہیں کی، کتابیں لکھی گئیں مگر مردوں کو سامنے رکھ کر، تقاریر تو ہوئیں اور ہو رہی ہیں؛ مگر مردوں کے درمیان، ماں باپ نے بھی علم دین کا حامل اپنی اولاد کو بنایا؛ مگر زیادہ توجہ لڑکوں کی طرف رہی، لڑکیوں کی مضبوط دینی تعلیم وتربیت کی فکر نہ کی، دوسری طرف دنیا نے منظّم سازش کے تحت ان پر اسلام مخالف محنتیں کیں اور انہیں اسلام مخالف ماحول دیا، آزادی کے نام پر سبز باغ دکھایا، خود خواتین بھی مادیت پرستی میں مبتلا ہو گئیں، نتیجہ یہ ہوا کہ خواتین بالخصوص لڑکیوں سے دین واسلام اور اس کا پاس ولحاظ تیزی سے ختم ہو رہا ہے، پھر ان کی دین بیزاری کی وجہ سے مردوں پر بھی کی جارہی محنت کا وہ نتیجہ برآمد نہیں ہو رہا ہے جتنا ہونا چاہئے، ظاہر ہے ماں کی بے دینی کے ساتھ اچھے اور صالح لڑکوں کا تصور نہیں کیا جاسکتا، بیویوں کی دینی معاونت کے بغیر شوہروں کا دین پر چلنا کوئی آسان نہیں، اسی طرح نیک بہنوں اور خدا ترس بیٹیوں کی کمی بھی بھائی ور باپ کی جنت کی راہیں مشکل بنا رہی ہیں، حاصل یہ ہے کہ لڑکیوں اور خواتین اسلام کی دینی وتربیتی فکر کئے بغیر صالح معاشرہ اور اچھے خاندان کا تصور نہیں کیا جاسکتا، ہمیں لڑکیوں کی بھی دینی تعلیم کی فکر اسی طرح کرنی ہوگی جس طرح لڑکوں کی کرتے ہیں، ورنہ ان کا ایمان پر قائم رہنا بھی مشکل ہوگا جس کے ذمہ دار ہم سب ہوں گے، اس وقت مسلم لڑکیوں اور خواتین کی دینی صورت حال اتنی بدتر ہو چکی ہے کہ وہ اسلام اور دین وآخرت سے بیزار ہو رہی ہیں، اسلامی قوانین وہدایات کی پابندی ان پر شاق گذر رہی ہے، مغربیت پسند بیٹیاں بعض احکام شرعیہ پر نعوذ باللہ مطمئن بھی نہیں ہیں، اس پوزیشن میں بھی ان کے ایمان کی فکر نہ کرنا ہماری مجرمانہ غفلت ہوگی، پورے ملک سے جو اطلاعات مل رہی ہیں انتہائی تشویشناک ہیں، مسلم لڑکیاں تیزی سے غیر مسلم لڑکوں کے چنگل میں گرفتار ہو کر دولت ایمان سے محروم ہو رہی ہیں بعض سروے کے مطابق ہماری جدید تعلیم یافتہ لڑکیوں میں غیر مسلم لڑکوں کے ساتھ زندگی گذارنے کا رجحان بڑھ رہا ہے؛ اگر قوم کی فکر رکھنے والے اشخاص، علماء، ائمہ اور خود والدین پوری ایمانداری اور مکمل فکرمندی کے ساتھ فوری طور پر لڑکیوں کی دینی تعلیم وتربیت کی طرف متوجہ نہیں ہوئے تو لڑکیوں کے ارتداد پر قابو پانا مشکل ہو جائے گا، اس وقت ہمیں ترجیحی بنیاد پر ارتداد کے اسباب تلاش کر کے اس کے تدارک کی فکر کرنی چاہئے، امارت شرعیہ لڑکے اور لڑکیوں میں دینی ذہن سازی کی تحریک چلا رہی ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ ملت کے تمام ادارے اور ذمہ دار اشخاص اپنے اپنے حلقہ اثر میں ہر گاؤں اور پنچایت کی سطح پر ایسے لوگوں کو اس کام کے لئے منتخب کریں جو دینی واخروی فکر رکھتے ہوں اور امت کے بہی خواہ ہوں، علماء وائمہ کرام کو اس مہم میں شامل کیا جائے، اسباب ارتداد تلاش کیسے جائیں اور اس کے فوری حل کی طرف اقدام کیا جائے۔

استعمال شدہ آب زمزم کی نکاسی

استعمال شدہ آب زمزم کی نکاسی؛ چاہ زمزم کی سطح نشیب میں ہونے سے قبل اس کا استعمال شدہ پانی یا خور کنویں کی ڈرین میں قدرتی ڈھلان کے باعث پورا پورا نکل جاتا تھا۔ حرم کی نکاسی کا نالہ بھی اسی ڈرین میں جا پڑتا تھا۔ کنویں کی سطح نشیب میں ہو جانے کے بعد زمزم کا پانی بڑی مشکل سے نالہ مذکورہ میں جاتا اور اگر اس نالہ میں کوئی رکاوٹ واقع ہو جاتی تو قدرتی ڈھلان کے طریقے سے نکاسی میں مزید مشکلات پیدا ہو جاتیں۔ ''یا خور'' ترکی زبان کا لفظ ہے اور سمجھا جاتا ہے کہ ترکوں کے تسلط کے دوران زمزم سے بہنے والے اور حرم میں پڑنے والی بارشوں کے پانی کو نکالنے کے لئے گہرا نالہ بنایا گیا۔ اور ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نالہ اس گہرے کنویں سے ملا ہوا تھا جو حرم سے ایک فاصلے پر واقع تھا اور اس کی جائے وقوع نامعلوم تھی اور اپنی بہت بڑی گہرائی کے باعث کنواں کہلاتا۔ اور کئی چھوٹی چھوٹی نالیاں تھیں جو موجودہ محلّہ مسفلہ کی عمارتوں کے نیچے سے گزرتیں۔ ان نالیوں کی ابتدا معلوم نہیں لیکن احتمال یہ ہے کہ ترکوں نے انہیں یا خور کنوئیں کے مخارج کے طور پر قائم کیا ہوگا۔ اور حرم میں تبدیلیاں ہونے۔ بکثرت عمارتوں کے بن جانے متعدد ادوار کے گزرنے اور زمزم کے نکاسی کے نظام کو یا خور کنویں میں گرنے والی نالیوں سے ملانے کے نتیجہ میں نیز یا خور کنوئیں کے نظام میں رکاوٹیں پیدا ہو گئیں اور وہ بے کار ہو کر رہ گیا۔ چنانچہ اس وقت کی صورت حال کی تحقیقات کے لئے نکاسی آب کو دو مرحلوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ مرحلہ اول؛ یہ چاہ زمزم کے استعمال شدہ پانی کے حرم سے باہر نکالنے کا مرحلہ ہے جبکہ اس کا اختتام (28439) سے منسوب مقام پر ہوتا ہے اور چھوٹے بازار کے مدخل کے مقام کے قریب جا گرتا ہے اور اس مرحلہ میں کسی طرح کی کوئی رکاوٹ پیش نہیں آتی۔ مرحلہ ثانی؛ یہ اس مقام سے محلّہ مسفلہ کی طرف یا خور کنوئیں کے نالہ کی صفائی کی صورت میں پانی کی نکاسی یا اس پانی کے شارع مجلّہ کے ساتھ واقع بارشوں کے پانی کی نکاسی کے نالے میں پمپ کرنے کا مرحلہ ہے۔ امور حرم کے ذمہ دار ادارے نے یا خور کنوئیں کے نالے کی صفائی کا کام اپنے ہاتھ میں لیا اور حسن اظہر کے گھر سے لے کر شارع مجلّہ کے ساتھ عبد الغفار بخاری کے گھر تک 1500 میٹر تک صفائی میں کامیاب ہو گیا اور اس کے بعد اس کی راہ گزر بارش کے پانی کے نکاس کے نالے کی نسبت نشیب میں ہونے کے باعث اس کی صفائی مشکل ہو گئی اور درج ذیل مشکلات پیش آئیں۔ (الف) متعلقہ علاقہ آباد تھا اور اس میں کھدائی سے عمارتوں کی بنیادوں کو خطرہ درپیش تھا۔ (ب) یا خور کنوئیں کے نالے کی گزرگاہ سے کامل واقفیت کا نہ ہونا جس سے کارکنوں کو بیشتر اوقات میں اندازے سے کام لینا ہوتا۔ (ج) زمین کی متعلقہ بلندی اور کنوئیں کے نالے کا متعلقہ نشیب اور سابقہ تجربات کی بنیاد پر یہ آگاہی کہ کھدائی کم و بیش 11 میٹر کی گہرائی تک پہنچتی ہے اور یہ کوئی آسان کام نہیں تھا۔ (د) زیر زمین پانی، چٹانوں یا دیگر غیر معروف پانیوں کے نالوں کے درپیش آنے کا احتمال۔ (ھ) حفاظت کے کام کی مشقت جبکہ یہ کام بڑی اہمیت کا حامل تھا تاکہ ایسا نہ ہو کہ رکاوٹ پھر واقع ہو جائے۔ اور یہ بات واضح ہو کر سامنے آ گئی کہ حسن اظہر کے گھر سے لے کر چھوٹے بازار کی سڑک تک صفائی انتہائی مشکل ہونے کے علاوہ کثیر محنت و اخراجات کی بھی محتاج ہے۔ پاکستانی انجینئرز کی مشاورتی کمیٹی نے زمزم اور حرم کے اندرونی پانی کے نکاس کے لئے سوق صغیر (چھوٹے بازار) کے مدخل سے مسفلہ تک مخصوص نالہ بنانے کی تجویز پیش کی۔ لیکن اس کام میں مشکلات تھیں۔ جن میں سے کچھ درج ذیل ہیں۔ (الف) متعلقہ علاقہ آباد ہونے کے باعث اس میں کھدائی کا کام (ب) زیر زمین پانی، چٹانوں یا دیگر پانیوں کے غیر معروف نالوں کے موجود ہونے کا امکان۔ (ج) چاہ زمزم سے لے کر نشیبی علاقہ تک کھدائی کی ضرورت تاکہ نکاسی کا عمل یقینی ہو جائے جبکہ زمزم کا علاقہ خاصا نشیب میں تھا جو کہ پانی کے مطلوبہ بہاؤ کے کام کا جائزہ لینے سے واضح ہوا۔ (د) اکھاڑنے، کھودنے یا اس کے برعکس کرنے کے سبب مشکلات میں اضافہ کے باعث کثیر ذمہ داریوں اور وقت طوالت کا سامنا۔ (ھ) نکاسی کے جدید طریقۂ کار کے استعمال کا فقدان۔ (و) نکاسی کے نالہ کی دائمی حفاظت کے کام کی با مشقت ذمہ داری۔ امور حرم کے انچارج انجینئر علی سیونی نے زمزم اور حرم کے اندرونی پانیوں کی نکاسی کے لئے انہیں بارش کے پانی کی نکاسی کے نالے میں بلند اگزاسٹ پمپوں کے ذریعے ڈال دینے کی تجویز پیش کی۔ چنانچہ اس تجویز کو سابقہ تجاویز کے مقابلہ میں بہتر حل کے طور پر قبول کر لیا گیا۔ اس فیصلہ میں درج ذیل اسباب کو پیش نظر رکھا گیا۔ (الف) بارشوں کے پانی کے نکاس کے نالے کی موجودگی کے باعث دوسرے نالے تعمیر کئے بغیر اسی سے استفادہ کا امکان۔ (ب) ذمہ داریوں میں کمی ہونے کے ساتھ ساتھ کم وقت میں کام کی تکمیل کی امید۔ (ج) کھدائی کے کام میں کمی اور شہر مکہ میں سے گزرنے والے نالوں کی کمی۔ (د) کھدائی کے اضافے کی صورت میں پڑوس کی عمارتوں کو جو خطرہ لاحق ہے اس سے اجتناب۔ (ھ) خودکار پمپوں کے ساتھ کام میں سہولت ہوگی۔ جب پانی متعین لیول تک پہنچے گا تو وہ اسے کھینچ لیا کریں گے۔ یہ طریقہ دنیا کے بڑے بڑے شہروں میں اختیار کیا جاتا ہے۔ ضرورت صرف عمدہ قسم کے پمپوں کی ہے جنہیں کئی میٹر لمبے نالے کی نسبت دیکھ بھال اور حفاظت کی کم ضرورت ہوتی ہے۔ وزارت مال و اقتصادیات نے (نکاسیٔ آب میں رکاوٹ کے اسباب) کے موضوع کو تحقیقات کے لئے واٹسن مشاورتی کمپنی کے سپرد کیا اور واٹس کمپنی نے مذکورہ وزارت کو مفصل رپورٹ پیش کی۔ رپورٹ کا ملخص تبصرہ درج ذیل ہے۔ (الف) حرم میں وقتاً فوقتاً نکاسیٔ آب کے طریق کار میں غیر منظمہ تبدیلی جس سے تمام نالوں کو ایک مقصد کے لئے نہیں بلکہ متعدد اغراض کے لئے استعمال کرنا۔ (ب) اندرون حرم سیلاب کے واقع ہونے کے سبب پرانی قدیمی نالیوں کا بند اور چھوٹا ہو جانا۔ (ج) حرم میں براہ راست بارشوں کے پڑنے، زیر زمین پانی کے بلند ہونے اور حرم کی ہموار سطح کو پہلے کی نسبت بڑا کرنے سے حرم میں سیلابوں کا آتے رہنا۔ (د) اندرون حرم کے پانی کی نکاسی کا کام یا خور کنوئیں کے نالے سے لینا ممکن نہیں لیکن گہرے لیول کے ساتھ نالے کو بنانا یا پانی منتقل کرنے کے لئے پمپ لگانا ممکن ہے۔ چنانچہ واٹسن کمپنی نے درج ذیل سفارشات پیش کیں۔ (۱) اندرون حرم اور بالخصوص زمزم کے پانی کی نکاسی کے علیحدہ نظام کا قیام۔ (۲) اندرون حرم نکاسی کی قدیمی نالیوں کو گرا کر مٹی وغیرہ سے پر کر دینا کیونکہ پھر ان کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ (۳) حرم سے پانی کے نکاس کے لئے پمپنگ اسٹیشن کا قیام یا پانی کی گہری نالی جو بارش کے پانی کے نکاس کے مطابق ہو۔ چنانچہ وزارت مال و اقتصادیات وطنی نے اس تجویز اور سابقہ تجاویز جو تعقیم آب زمزم بذریعہ بالائے بنفشی شعاعیں تھیں، سے اتفاق کیا اور واٹسن مشاورتی کمپنی کو ماہ رمضان 1391ھ کے آغاز میں مندرجہ ذیل کام کی ہدایات جاری کیں۔ (۱) آب زمزم کے نکاس کے نالے کی بہتری کا عمل اور اس لحاظ سے بھی کہ وہ حرم کے نالے سے علیحدہ ہو کہ اس سے نہ ملے تاکہ آب زمزم کے قدرتی ڈھلوان کے ساتھ بیرون حرم جمع ہونے کے مقام تک پوری پوری نکاسی زیر نظر رہے اور اس مقام سے زمزم کے نالے کا پانی حرم کے پانی کے نکاس کے نالے میں پمپ کر دیا جائے۔ (۲) بارشوں اور حرم کے دھونے کے پانیوں کے نکاس کی مکمل ذمہ داری فی الحال موجودہ مصارف سے استفادہ کے امکان کو پیش نظر رکھا جائے نیز مسجد کی تہ کو کھولنے کی غرض سے اور دھلائی کے پانی کے جال کے کام کے لئے کھدائی سے حتی الامکان اجتناب کیا جائے۔ (۳) زمزم کے جمع شدہ پانی اور اسی طرح مختلف مصادر سے اندرون حرم سے نکاسی کے جمع شدہ پانی کا ضروری سروے کہ وہ قدرتی ڈھلان کے ساتھ اس نالے میں بہ جائے جس کا بہاؤ شاہی میدان سے مسفلہ کی طرف طے شدہ ہے اور نکاس کے پیش نظر اس نالے میں جو تبدیلیاں ضروری ہوں، ان کا مطالعہ و سروے کیا جائے۔ (۴) آب زمزم کی تعقیم کے لئے چاہ زمزم کے مخصوص فیڈرز کے دہانوں پر لگائے جانے والے تعقیم کے اپریٹس کے لئے مطلوبہ تحقیق و سروے کیا جائے۔ (۵) موجودہ روشوں کی توسیع کے لئے سنگ مرمر کے سلیب لگانے کا جائزہ اور اسی طرح سفید سنگ مرمر سے مختلف مواد کے ساتھ مقامات حصاوی پر سلیب لگانے کا مطالعہ جو ضرورت پوری کرتا ہو اور پائیداری و کم حفاظت کے ساتھ ساتھ گرمی اور سردی کی تلافی کرنے والا ہو۔ چنانچہ واٹسن کنسلٹنٹ کمپنی نے اس موضوع پر ابتدائی مکمل تحقیقات وزارت مال و اقتصادیات وطنی کو پیش کر دیں۔ وزارت نے ان تجاویز پر غور کرنے میں کافی وقت صرف کیا۔ پھر اس کے بعد وزارت نے پاکستانی مشاورتی ادارے کو ذمہ داری سونپنے کا فیصلہ کیا جو حرم شریف کی تعمیر کی نگرانی کرتا رہا تھا جبکہ پہلے مطاف کی توسیع اور حرم کے پانی کے نکاس کے بارے میں واٹسن کمپنی ذمہ دار تھی۔ اس دوران میں پاکستانی ادارے کے مشیر کے طور پر کام کر رہا تھا اسی طرح جس طرح ادارے نے مکینیکل اور الیکٹریل کاموں کے سلسلہ میں انجینئر علی سیونی کو بذاتہ اور جرمنی ڈبلیو ایف مشاورتی کمپنی۔ مشارکت کے ساتھ مشیر بنا کر اس سے تعاون حاصل کیا تھا۔

لہذا بارش کے پانی کے پمپنگ اسٹیشنوں کا کام اور آب زمزم کے نکاس اور اسے شارع مجلّہ کے ساتھ موجودہ پانی کے نکاس کے نالے کی طرف لے جانا تجویز کیا گیا کیونکہ ان پمپنگ اسٹیشنوں کے قیام کی تکالیف، قدرتی ڈھلان کے بہت گرے اس نالے کی نسبت جو حجلہ کے خراسانی نالے کے ساتھ جا ملتا ہو قلیل تھیں اور تفصیلی سروے کی تکمیل اس بنیاد پر ہوئی کہ مستقبل میں نکاس کے عمل میں قدرتی ڈھلان کو پیش نظر رکھا جائے تاکہ حرم کی پانیوں کے نکاس کے لئے پمپوں کی حاجت نہ رہے۔ اور پمپ صرف آب زمزم کی نکاسی کے لئے مختص رہیں۔ ان تحقیقات کی تکمیل کے بعد اس اسکیم کا ٹنڈر بن لادن کے حق میں منظور ہوا۔ اور کام شروع ہو گیا۔ (ماخوذ: ماہنامہ حج میگزین ممبئی، نومبر 2022ء)

لاریب کہ دیوبند کی تلوار تھا طاہر

حکیم شاہد حسن تابش اروِلی

ماتم ہے بپا آج کیوں ایوانِ وفا میں — مشغول کیوں ہے آج ہر اک فرد بُکا میں
اک عالمِ مایوسی ہے میدان وِغا میں — مصروف ہیں اعدائے زمن جور و جفا میں
غم ناک نظاروں سے بدن کانپ رہا ہے
ہر شخص اسی سمت قدم ناپ رہا ہے

اک کوہ گراں ٹوٹ کر بکھرا ہے چمن میں — یاشیر ببر دیکھئے لپٹا ہے کفن میں
ماتم کی صداگونجتی ہے کوہ و دمن میں — ہر فرد ہے ڈوبا ہوا بس رنج ومحن میں
اربابِ وفا غم زدہ مدہوش پڑے ہیں
کچھ درد کے مارے یہاں بے ہوش پڑے ہیں

صد حیف کہ صد رشک قمر ہو گیا رخصت — صد حیف کہ اک عہدِ ظفر ہو گیا رخصت
صد حیف کہ صدعلم و ہنر ہو گیا رخصت — صد حیف کہ اک شیر ببر ہو گیا رخصت
باطل کے لئے تیغ شرر بار تھا طاہر
لاریب کہ دیوبند کی تلوار تھا طاہر

برسوں تمہاری یاد ستاتی ہی رہے گی — اک ہوک سی سینوں میں اٹھاتی ہی رہے گی
دیوانوں کو رہ رہ کے رلاتی ہی رہے گی — ہاں راہ مگر حق کی دکھاتی ہی رہے گی
اللہ سدا خوش رکھے شاداں کرے
ہر نغمۂ وفا کو ترے جاوداں کرے

بچہ کا پہلا مکتب-ماں کی گود

ڈاکٹر مرضیہ عارف (بھوپال)

''ماں'' یہ لفظ زبان پر آتے ہی دل کو سکون، روح کو چین اور آنکھوں کو ٹھنڈک کا احساس ہوتا ہے، کہنے کو یہ لفظ تین حرف ''میم''، ''الف'' اور ''نون'' سے بنا ہے لیکن ہر مصیبت و پریشانی پیش آنے پر اللہ تعالیٰ کے بعد یہی لفظ ''ماں'' اولاد کے منہ سے نکلتا ہے۔ یوں تو دنیا میں اور بھی رشتے بڑے جذباتی اور پُر خلوص ہیں، لیکن ماں کا کوئی بدل نہیں، اُس جیسا پیار اور دل کی گہرائیوں میں اُتر جانے والا، روح کو قربت بخشنے والا، پھولوں سے زیادہ حسین اور خوبصورت دوسرا رشتہ نہیں، ماں وہ نام ہے جس میں مٹھاس اُس کو بولنے کے بعد بھی لبوں پر باقی رہتی ہے۔ ماں کی گود بچے کی پہلی تربیت گاہ ہے۔ جہاں اُس کے ذہن و نشوونما اور شعور کی افزائش ہوتی ہے۔ وہی پہلے پہل بچہ کو دین و دنیا سے روشناس کراتی ہے۔ ماں وہ ہستی ہے جو اپنی پریشانی بھول کر بچے کے دُکھ و تکلیف دور کرتی ہے۔ بچے کو نو ماہ اپنے پیٹ میں پال کر اور باقی ماندہ زندگی اُس پر نچھاور کر کے آرام و آسائش کا ہر سامان مہیا کرتی ہے۔ بچے کو بولنا اور اُنگلی پکڑ کر چلنا سکھاتی ہے اور دھیرے دھیرے اُس کے ذہن کو دنیا کے سرد و گرم سے مانوس کراتی ہے۔ بقول شاعر

شہر کے رشتے ہوں چاہے گاؤں کی پگڈنڈیاں
ماں کی اُنگلی تھام کر چلنا بہت اچھا لگا

اِسی لیے فلاسفر اور دانشوروں کا تجزیہ ہے کہ ماں اولاد کے لیے قدرت کا انمول تحفہ ہے، جسے خدا نے ممتا کے سانچے میں ڈھالا ہے اور جس کا کوئی بدل نہیں، آج کی حرص و ہوس سے بھری دنیا میں اگر کوئی رشتہ خالص بچا ہے تو وہ ''ماں'' کا رشتہ ہے، جو کچھ اُس کے پاس ہے، اُسے وہ بچا کر نہیں رکھتی اپنی اولاد پر نچھار کر دیتی ہے۔ اِسی لیے کہتے ہیں ماں بچے کو جنم نہیں دیتی، اِسے زندگی کے طور طریقے اور انسانی عادات و خصائل سے بھی آراستہ کرتی ہے۔ ماں کی گود بچے کی ایسی آرام گوہ ہے جہاں دنیا بھر کی بلاؤں اور تکلیفوں سے وہ خود کو محفوظ سمجھتا ہے، پیدائش کے بعد بچہ کے زندگی کا دوسرا مرحلہ ماں کی گود سے شروع ہوتا ہے، اُس کا اپنی ماں کے ساتھ کیسا لگاؤ ہے، اِس کی شروعات ماں کے دودھ سے ہوتی ہے۔ اِس دودھ کے ساتھ بچہ تہذیب کے گھونٹ بھی پیتا ہے، تو ماں کی لوریاں اور اُس کے اٹوٹ پیار کا انداز، بچہ کی مختلف عادتوں، جبلّتوں کو متحرک کرنے کا کام کرتا ہے۔ جبلّتیں تو عطیہ خداوندی ہیں لیکن اُن کو پروان چڑھانے اور صحیح سمت دینے میں ماں کا اہم کردار ہے۔ بچہ کی پہلی ضرورت جو پیدا ہونے کے بعد سامنے آتی ہے، وہ بھوک و پیاس ہے اور اِس کی تکمیل اُس وقت ہوتی ہے جب ماں دودھ پلاتی ہے۔ دودھ تو کوئی بھی پلا سکتا ہے، چمچہ یا بوتل سے یہ کام ہو سکتا ہے، جیسا کہ آج کے زمانے میں رواج بڑھ رہا ہے۔ لیکن ایک ماں جب بچہ کو اپنے سینے سے لگا کر دودھ پلاتی ہے تو اِس سے نہ صرف بچہ کی بھوک دور ہوتی ہے بلکہ اُس کے اندر ماں کی محبت وشفقت، ہمدردی وایثار، قربانی ولگن جیسے جذبات کی بھی نشوونما ہوتی ہے اور یہ ساری خوبیاں وہ خود سیکھنے لگتا ہے، بچہ دیکھتا ہے کہ اُسے بھوک لگتی ہے تو ماں کیسی بے چین ہو جاتی ہے۔ اُسے تکلیف ہوتی ہے تو ماں کس تڑپ کے ساتھ اپنا کام چھوڑ کر اُسے دور کرنے میں لگ جاتی ہے، اِس رویہ و عمل کو دیکھ کر اُس کے دل میں یہ اچھی صفات گھر کرنے لگتی ہیں اور بغیر بتائے سکھائے یہ باتیں اُس کے مزاج کا حصّہ بن جاتی ہیں۔ کسی وجہ سے بچہ ماں کی اِن خوبیوں سے محروم ہو جائے تو وہ تمام لطیف جذبات و صفات سے بھی کوراہ جاتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ بچہ کی ذہنی نشوونما میں ماں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ اِسی لیے کہا جاتا ہے کہ ماں کی گود بچہ کی پہلی درس گاہ ہے۔ ماں کی جھڑکیاں اور لوریاں سن سن کر اُس کا شعور بیدار ہوتا ہے، اُس کی تھپکیاں اور تھپڑ کھا کر اُس کے اندر اعتدال و توازن پیدا ہوتا ہے۔ اگر خدا نہ کرے ماں کا رویہ بچہ کے ساتھ متوازن نہیں ہے تو اُس کی شخصیت بھی غیر متوازن بنے گی۔ خواہ لاڈ پیار ہو یا ڈانٹ پھٹکار حد سے زیادہ جو بھی ہوگا وہ بگاڑ کا باعث بنے گا۔ اِس کا اثر بچہ کی فطرت کو غیر متوازن بنا دے گا۔ اِسی لیے کہا جاتا ہے کہ عظیم انسانوں کی مائیں بھی عظیم ہوتی ہیں، حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے کا واقعہ ہے، ایک جگہ دو عورتیں بیٹھی تھیں وٗ، دونوں کے پاس ایک ایک بچہ بھی تھا۔ اچانک وہاں ایک بھیڑیا آیا اور اُن میں سے ایک بچہ چھین کر بھاگ گیا۔ عورتیں اِس پر لڑنے لگیں کہ بھیڑیا دوسرے کا بچہ لے بھاگا ہے اور اُس کا بچہ محفوظ ہے۔ اِس جھگڑے کا مقدمہ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس پہنچا، اُنھوں نے دلائل سن کر حکم دیا کہ چھری لاؤ تا کہ بچہ کے دو ٹکڑے کر کے دونوں عورتوں کو تقسیم کر دوں، اِتنا سنتے ہی چھوٹی عورت نے کہا کہ نہیں! بادشاہ سلامت! اللہ آپ پر رحم فرمائے، بچہ اِسی (بڑی) کا ہے، آپ اُسے ہی دے دیں۔ چھوٹی عورت کی فریاد سن کر حضرت سلیمان سمجھ گئے کہ بچہ درحقیقت اُس کا نہیں، جس کا عورت بتا رہی ہے، بلکہ خود اِسی چھوٹی عورت کا ہے جس کی شفقت و ممتا نے یہ گوارا نہیں کیا کہ اُس کا لختِ جگر اُس کے سامنے دو ٹکڑے کر دیا جائے۔ لہٰذا حضرت سلیمان علیہ السلام نے چھوٹی عورت کے حق میں فیصلہ کر کے بچہ اُس کے سپرد کر دیا، ماں کی اِسی فطری محبت کے پیشِ نظر سبھی مذاہب نے اور خاص طور پر اسلام نے ماں کا درجہ باپ کے مقابلہ میں کئی درجہ بلند کر دیا ہے۔ یہ صرف ایک کہاوت نہیں، گہری حقیقت ہے، تاریخ بتاتی ہے کہ دنیا کی جتنی بھی عظیم شخصیتیں گزری ہیں، اُن کے بچپن میں، ماؤں کی تربیت کا اُن پر گہرا اثر ہوا ہے۔ اِس کے برعکس جہاں بچوں کی تربیت غلط ڈھنگ سے ہوئی، وہاں معاملہ اُلٹا نظر آتا ہے، ماہرینِ نفسیات و حیاتیات انسان کی شخصیت پر ماں باپ کے ہونے والے اثرات Hereditary Character کو بڑی اہمیت دیتے ہیں کیونکہ اُس کے ذریعہ ماں باپ کی خوبیاں بچہ مین پیدائشی طور پر آجاتی ہیں۔ اِسی لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ جیسی ماں ہوگی، بچہ بھی ویسا ہی ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ آج کے معاشرہ میں ''صحت مند ماں اور صحت مند بچہ'' کا نعرہ لگایا جا رہا ہے، بچہ کی ذہنی نشوونما پر ماں کا دخل اُس وقت شروع ہوتا ہے جب وہ شکمِ مادر میں پلتا ہے۔ اگر حمل کے دوران بچہ خوش و خرم رہے گا اور اُس کی نظروں کے سامنے خوبصورت و صحت مند بچوں کی تصویریں ہوگی، اُس کے آس پاس کا ماحول خوشگوار ہوگا اور وہ فکر و پریشانی سے محفوظ رہے گا تو یہ بچہ صحت مند، خوش شکل، خوش مزاج اور ذہین ہوگا۔ بچے کی عادات و اطوار، صورت و شکل، جذبات و احساسات سب پر والدین کا اثر مرتب ہوگا اور ساری زندگی اِس کی چھاپ اُس میں نظر آتی رہے گی، اِسی لیے ماہرین کا دعویٰ ہے کہ کم و بیش پچاس فیصد شخصی اوصاف مثلاً جسمانی ساخت، لب و لہجہ، ذہنی کیفیت، سوچ و فکر اور عمل و عادات وغیرہ بچوں کو وراثت میں ملتے ہیں، باقی ماندہ اوصاف وسیع تر تہذیبی عمل سے نشوونما پاتے ہیں، بچہ کے ذہن و کردار کے فروغ میں ماں کا جو اہم حصّہ ہے، اُس کا اندازہ اِسی سے لگایا جا سکتا ہے کہ بچہ کے اندر فکر و خیال اور احساس و جذبات کی جو دنیا آباد ہوتی ہے، اُس کے اظہار کے لیے جب وہ زبان ہلاتا ہے تو سب سے پہلے اُس کے منہ سے اُسی زبان کے الفاظ نکلتے ہیں جس زبان میں اُس کی ماں بات چیت کرتی ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی نونہال کا باپ انگریز نسل سے ہے اور اُس کی ماں اُردو بولتی ہے تو بچہ پہلے انگریزی کے بجائے اپنی ماں کی زبان اُردو بولے گا، یہی وجہ ہے کہ ماہرینِ تعلیم بچہ کی ابتدائی تعلیم اور تربیت کے لیے مادری زبان یعنی ماں کی زبان کو اہمیت دیتے ہیں۔ وہ بچے کے ذہنی میلانات میں ماں کی حیثیت سے خواتین کا جو کردار ہے اُس کو تسلیم کر کے Montessory اور Nursery اسکولوں میں تعلیم دینے کے لیے عورتوں کو ہی اچھا ٹیچر مانتے ہیں، ایک کہاوت یہ بھی ہے کہ ہر مرد کی کامیابی کے پیچھے کسی عورت کا ہاتھ ہوتا ہے جو ماں یا بیوی ہو سکتی ہے۔ ماضی قریب کے مشاہیر میں سر سیّد احمد خاں کا بڑا مقام ہے اور اُن کی یہ کامیابی اپنی والدہ کی تربیت و نگرانی کا نتیجہ تھی۔ ایک اور مجاہدِ آزادی سید احمد شہیدؒ نے وطن کی آزادی کے لیے جو کارنامے انجام دیئے یہاں تک کہ جامِ شہادت نوش فرمایا، وہ بھی ایک ماں کی سحر گاہی کا ثمرہ ہے، ٹیپو سلطان شہیدؒ جنھوں نے ملک کی آزادی اور وطن کو انگریزوں کی غلامی سے بچانے کے لیے قربانیاں دیں اِس کے پسِ پشت بھی ایک حساس ماں کے جذبات کار فرما تھے، ماں کی تربیت سے بچہ کیا بن جاتا ہے، یہ علامہ اقبالؒ کی زندگی سے بھی ہمیں معلوم ہوتا ہے، جو خود اعتراف کرتے ہیں کہ مجھے جو کچھ حاصل ہوا ہے وہ میری ماں کا فیض ہے، اسکول و کالج کا نہیں، ماں کی تربیت نے ہی اقبال کو اقبال بنایا، وہ اقبال جس پر سب ناز کرتے ہیں، صدیوں میں ایسا فردِ فرید قوم کو حاصل ہوتا ہے

تربیت سے تیری میں انجم کا ہم قسمت ہوا
گھر مِرے اجداد کا سرمایۂ عزت ہوا

امریکی صدر بل کلنٹن کی پیدائش سے تین ماہ قبل اُن کے باپ کا انتقال ہو گیا تھا، صدر کی سوانح حیات کے مصنف مارٹن واٹر نے لکھا ہے کہ کلنٹن کی ماں ورجینا نرس بننے کے لیے رات کو پڑھتیں اور دن بیٹے کی تعلیم و تربیت میں لگا دیتی تھیں، ماں نے صرف تین برس کے کلنٹن کے لیے ایک ماسٹر بیڈ روم خالی کر کے اُنھیں دے دیا تھا تا کہ وہ یکسو ہو کر پڑھیں اور آرام کریں۔ اسکول کے بچے کلنٹن کا مذاق اُڑاتے تھے کہ اُنھیں نازک اندام سمجھ کر ماں خود اسکول چھوڑنے اور لینے آجاتی ہیں۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے جب وہ آکسفورڈ گئے تو ماں نے تاکید کی تھی کہ ہر ہفتہ ایک خط ضرور لکھیں اور یہ نصیحت بھی کہ وہ علم کے حصول میں غفلت نہ برتے اور نہ ذہن میں یہ خیال لائے کہ دنیا میں کوئی کام ناممکن ہے، نپولین بونا پارٹ فرانس کا ایک عظیم بادشاہ گزرا ہے۔ ایک مرتبہ اُسے کسی جنگ میں فتح ہوئی، اُس نے سپاہیوں کو انعام دینے کا حکم دیا، سب سے پہلے تین جوان اُس کے سامنے پیش ہوئے۔ بادشاہ کی نظر اُن جوانوں کے پیچھے کھڑی ہوئی ایک بڑھیا پر پڑی۔ اُس کی سوالیہ نظروں کے جواب میں بتایا گیا کہ یہ اِن تینوں بہادروں کی ماں ہے، یہ سنتے ہی نپولین تخت شاہی سے نیچے اُتر آیا، اُس نے بڑھیا کو سیلوٹ کیا اور کہا کہ اِن جوان سپاہیوں سے پہلے انعام کی حقدار یہ عورت ہے، جس نے قوم کو ایسے دلیر سپاہی دیئے، کسی شاعر نے ایسے ہی موقع پر ماں کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا ہے

تری اُڑان میں شامل ہے تربیت میری — مجھے نہ بھول کہ میں تیرے بال و پر میں ہوں

اعـــلان مفقـود الخبـــری

معاملہ نمبر ۱۵/۹۰۰/۱۴۴۴ھ

(متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ بہار شریف، نالندہ)

نعمت پروین بنت محمد اسرائیل مرحوم، مقام پکی تالاب، ڈاکخانہ بہار شریف، ضلع نالندہ۔ فریق اول

بنام

محمد سفیان اختر ولد محمد شکیل انصاری، مقام شیخوپورہ، ڈاکخانہ سہوا، ضلع نوادہ۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف تمام حقوق سے محروم ہونے اور غائب ولا پتہ ہونے کی وجہ سے دار القضاء امارت شرعیہ بہار شریف، نالندہ میں فسخ نکاح کا مطالبہ کیا ہے، اسلئے اس اعلان کے ذریعے آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ کو دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۳/محرم الحرام ۱۴۴۵ھ مطابق ۱/اگست ۲۰۲۳ء روز منگل کو بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

بقـــیہ صفـــــحہ اول

دوسری طرف دکھن ہندوستان آجائیے اور مدراس کا جائزہ لیجئے تو وہاں معاملہ دوسرا ہے، وہاں پر معاملہ ہے کہ اگر بھانجی بالغہ ہے اور ماموں لائق ہے اور بالغ، عاقل، تو وہاں کی روایت کے مطابق بھانجی سے شادی کرنے کا سب سے زیادہ حقدار ماموں ہوا کرتا ہے۔ اگر ماموں نے پیغام دیدیا بھانجی کو اور بھانجی کہیں اور شادی کرنا چاہتی ہے تو پنڈت جی کہتے ہیں کہ بھانجی کہیں اور نہیں جا سکتی، بیاہ کر کے ماموں کے گھر جائیگی۔

اب اگر یکساں سول کوڈ نافذ کر دیا گیا اور ماموں بھانجی کے فرق کو مٹا دیا گیا یا پانچ پیڑھیوں کے گوتر کے رواج کو ختم کر دیا گیا تو کیا ہوگا، اندازہ لگا لیجئے، قانون تو کوئی ایک ہی بنے گا، دکھن کی روایت کے مطابق ہوگا، تو دکھن والے قبول کرینگے اور اُتّر والے قبول نہ کریں گے، اتر والے کی روایت کے مطابق ہوگا، تو اتر والے قبول کریں گے، اور دکھن والے قبول نہیں کریں گے۔

اس لئے UCC کے بارے میں مسلم پرسنل لا بورڈ کی رائے بالکل واضح ہے کہ وہ کسی طرح بھی ملک کے مفاد میں نہیں ہے، وہ صرف مسلمانوں کے لیے نہیں بلکہ اس ملک کے تمام باشندوں کے لئے قابل قبول نہیں بن سکتا، اس سے ملک کا شیرازہ بکھر تو سکتا ہے، متحد ہو نہیں سکتا، اس ملک کی خوبصورتی اور عظمت اس ملک کی رنگا رنگی اور مذہب اور تہذیب کے اختلاف میں ہے، اور روایات کی کثرت وحدت کا ذریعہ ہے۔

هفتـــۂ رفتـــہ

محمد اظہار

عبادت گاہ قانون پر مرکز سے جواب طلب

سپریم کورٹ نے مرکزی حکومت کو 31 اکتوبر 2023 تک کا وقت دیا ہے کہ وہ عبادت گاہوں کے ایکٹ 1991 کی قانونی حیثیت کو چیلنج کرنے والی عرضیوں پر اپنا موقف واضح کرے۔اس ایکٹ میں 15 اگست 1947 کے مطابق مذہبی مقامات کی حیثیت برقرار رکھنے کا بندوبست ہے۔ چیف جسٹس کے ڈی وائی چندر چوڑ اور جسٹس پی ایس نرسمہا اور جسٹس منوج مشرا کی بینچ نے اضافی وقت کے لیے مرکزی حکومت کی طرف سے پیش ہونے والے سالیسٹر جنرل تشار مہتا کی عرضی کو قبول کرتے ہوئے واضح کیا کہ مذہبی مقامات کی حیثیت کو برقرار رکھنے کے قانون پر کوئی روک نہیں ہے۔سپریم کورٹ نے مسٹر مہتا کی عرضی پر کہا کہ ”معاملے کی شدت کو دیکھتے ہوئے مرکز کو 31 اکتوبر 2023 تک اپنا جوابی حلف نامہ داخل کرنے دیں۔“ سابق مرکزی وزیر سبرامنیم سوامی، جو عرضی گزاروں میں شامل ہیں، نے کہا کہ مرکز التوا پر التوا کر رہا ہے۔انہوں نے عدالت سے درخواست کی کہ معاملے کو حتمی سماعت کے لیے رکھا جائے لیکن عدالت نے کہا کہ پہلے مرکز کا حلف نامہ دیکھنا ضروری ہے۔عدالت عظمی نے سب سے پہلے 12 مارچ 2021 کو ایڈوکیٹ اشونی کمار اپادھیائے کی عرضی پر مرکز کو نوٹس جاری کیا تھا۔ادھر سپریم کورٹ نے انفورسمنٹ ڈائریکٹوریٹ (ای ڈی) کے ڈائریکٹر سنجے مشرا کی مدت کار میں توسیع کو مسترد کر دیا لیکن انہیں 31 جولائی 2023 تک موجودہ عہدے پر برقرار رہنے کی اجازت دے دی۔(یو این آئی)

ایوان میں اراکین کے موبائل لانے پر روک

بہار کے اسمبلی اسپیکر اودھ بہاری چودھری نے ایوان میں اراکین کے موبائل فون لانے پر روک لگادی ہے اور کارروائی میں رکاوٹ پہنچانے والے ٹیبل کرسی توڑنے والے پر سخت کارروائی کرنے سے متعلق متنبہ کیا۔ وقفہ سوال کے دوران بی جے بی اراکین نے رپورٹنگ ٹیبل پر کرسیاں پلٹی تھیں اور بی جے پی کے پرمود کمار ایوان تک پہنچ گئے تھے۔اس کے بعد یہ ضابطہ بنایا گیا ہے۔اسپیکر نے کہا کہ ایوان کے اندر کوئی بھی رکن موبائل لیکر نہیں آئیں گے۔اس سے ایوان کی کارروائی میں رکاوٹ پہنچتی ہے۔ایوان کی کارروائی کا فوٹو ویڈیو بنایا جاتا ہے، یہ مناسب نہیں ہے۔اگر کوئی رکن دھوکہ سے موبائل لیکر ایوان میں آتا ہے تو وہ موبائل کو سائلنٹ موڈ میں رکھیں گے اور نہ کوئی تصویر شوٹ کریں نہ ہی ویڈیو بنائیں گے۔(روزنامہ راشٹریہ سہار، 12 جولائی 2023ء)

تبدیلی مذہب معاملے میں عیسائیوں اور ہندوؤں میں تصادم

راجستھان میں ان دنوں تبدیلی مذہب کے معاملے میں ہنگامہ آرائی کا سلسلہ جاری ہے۔ ہنومان گڑھ ضلع کے پیلی بنگا میں ایک میرج پیلس میں عیسائی مشنری کے ایک پروگرام میں جم کر ہنگامہ ہوگیا جہاں عیسائی اور ہندو تنظیم آمنے سامنے ہوگئیں۔ پروگرام کے سلسلے میں دونوں فریقین میں زوردار تصادم ہو گیا اور دونوں جانب سے ایک دوسرے پر کرسیاں چلائی گئیں جس سے افراتفری مچ گئی۔لوگ اپنی اپنی جان بچا کر بھاگنے لگے۔ ہندوتو کے علمبردار تو اس قدر بھاگ نکلے کہ جوتے چپل چھوٹ گئے اور ہانپتے کانپتے سڑکوں پر ادھر ادھر نظر آئے۔حالانکہ ہندوتو کے علمبردار کہلانے والے لوگوں نے ہی پہلے عیسائی مشنری کے لوگوں پر حملہ کیا۔ بجرنگ دل کے لوگوں نے تبدیلی مذہب کا الزام لگا کر عیسائی لوگوں کے خلاف بھدی باتیں کہیں اور مار پیٹ شروع کردی۔ بہلا پھسلا کر مذہب تبدیل کرانے اور شادی کروانے کا الزام لگایا گیا۔(ایجنسی)

اتر پردیش میں دلت نوجوان کو پہلے مارا پیٹا، پھر جوتے چٹوائے

اتر پردیش کے سون بھدر ضلع میں محکمہ بجلی کے ایک کنٹریکٹ ملازم کے ذریعہ ایک دلت شخص کو مبینہ طور پر مارا پیٹا گیا اور اس کو جوتے چاٹنے پر مجبور کیا گیا۔ حکام نے بتایا کہ ملزم کو اپنی ڈیوٹی سے فارغ کر دیا ہے۔واقعے کی ویڈیو سوشل میڈیا پر وائرل ہونے کے بعد تیج بالی سنگھ پٹیل نامی ملزم کے خلاف کارروائی کی گئی اور اسے گرفتار کرلیا گیا۔پٹیل نے دلت شخص پر مبینہ طور پر حملہ کیا تھا کیونکہ وہ بجلی کی خراب وائرنگ کی جانچ کرنے پر اس سے ناراض تھا۔ایک ویڈیو میں، پٹیل 21 سالہ راجندر کے ساتھ وحشیانہ حملہ کرتے ہوئے اور بدسلوکی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، اور ویڈیو بنانے والے شخص سے اسے گروپ میں شیئر کرنے کو کہتے ہیں۔ دوسری ویڈیو میں یہ شخص ملازم کے جوتے چاٹتے ہوئے اور کان پکڑ کر اٹھک بیٹھک کرتے ہوئے معافی مانگتا دکھائی دے رہا ہے۔(روزنامہ ہمارا سماج پٹنہ، 10 جولائی 2023)

بغیر اجازت سفر حج پر جانے والے افراد حراست میں

سعودی عرب میں پولیس نے حکام کی اجازت کے بغیر حج کرنے کی کوشش کرنے والے 17 ہزار سے زیادہ لوگوں کو حراست میں لیا ہے۔سعودی پریس ایجنسی (ایس پی اے) نے پیر کو جاری کردہ ایک رپورٹ میں یہ اطلاع دی۔ایس پی اے نے بتایا کہ سعودی سیکورٹی فورسز نے حج کے لیے ضروری قانونی منظوری کے بغیر سفر کر رہے تقریباً 17615 افراد کو حراست میں لیا ہے، ان میں سے 9509 کو رہائش، کام اور سرحدی حفاظت کے قوانین کی خلاف ورزی کرنے پر حراست میں لیا گیا۔ایجنسی نے بتایا کہ عقیدتمندوں کو بغیر اجازت حج کے مقامات پر لے جانے کے الزام میں دیگر 33 افراد کو گرفتار کیا گیا۔قابل ذکر ہے کہ پچھلے ہفتے بیس لاکھ سے زیادہ لوگوں نے حج ادا کیا، جو مسلمانوں کے مقدس ترین شہر مکہ کا سالانہ اسلامی سفر ہے۔ایجنسی کے مطابق کورونا وائرس کے بعد یہ پہلا موقع ہے جب سعودی حکام نے اتنی بڑی تعداد میں لوگوں کو حج کی اجازت دی۔(یو این آئی)

طب وصحت

بڑھاپے میں ورزش کے فوائد

ایک نئی تحقیق کے مطابق بڑھاپے میں باقاعدگی سے ورزش کرنے سے توانائی بڑھنے کا امکان اتنا ہی بڑھ جاتا ہے جتنا سگریٹ نوشی ترک کرنے سے۔ناروے میں 5700 ضعیف افراد کے تجزیے سے پتا چلا ہے کہ جن لوگوں نے ہفتے میں تین گھنٹے تک ورزش کی وہ ورزش نہ کرنے والوں سے پانچ برس زیادہ زندہ رہے۔اس تحقیق کے مصنف نے 'برٹش جرنل آف سپورٹس میڈیسن' میں لکھا ہے کہ ضعیف العمر لوگوں میں فِٹ رہنے کی حوصلہ افزائی کے لیے مہم چلائی جانی چاہیے۔ یہ تحقیق ایسے وقت آئی ہے جب ایک رفاہی ادارے نے خبردار کیا ہے کہ لوگوں میں ورزش کا رجحان کم ہے۔اوسلو یونیورسٹی ہاسپٹل کی جانب سے کی گئی اس تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ زور لگا کر یا ہلکی پھلکی ورزش دونوں سے ہی توانائی بڑھنے کا امکان زیادہ پایا گیا۔ برطانیہ میں 65 برس سے اوپر کے افراد کو سرکاری طور پر مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ ہر ہفتے 150 منٹ کی معتدل مشق کیا کریں۔ناروے میں کی گئی تحقیق سے، جس میں 68 سے 77 برس تک کی عمر کے افراد شامل کیے گئے، معلوم ہوا ہے کہ ہفتے میں ایک گھنٹے سے کم کی ہلکی پھلکی ورزش کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔تحقیق کے مطابق ہفتے میں چھ مرتبہ آدھ گھنٹے تک ہلکی، سخت یا معتدل کسی بھی طرح کی ورزش سے 11 سال پر محیط تحقیق کے دوران موت کا امکان 40 فیصد کم پایا گیا۔رپورٹ کے مطابق موت کو دور رکھنے میں 'جسمانی مصروفیت اتنی ہی سودمند ہے جتنا کہ تمباکو نوشی ترک کردینا۔ضعیف افراد کے بارے میں صحت پر مبنی عوامی حکمتِ عملی میں جسمانی حرکت بڑھانے کی کوششوں کو شامل کیا جانا چاہیے جیسا کہ سگریٹ نوشی کم کرنے کی کوششیں کی جاتی ہیں۔' اس رپورٹ میں جس چیز پر غور نہیں کیا گیا وہ یہ ہے کہ جن لوگوں کو تحقیق میں شامل کیا گیا وہ اپنی زندگی کی شروعات میں کتنے چاق و چوبند تھے۔ برطانیہ میں ہارٹ فاؤنڈیشن نے ایک رپورٹ میں خبردار کیا ہے کہ لوگ بہت کم ورزش کر رہے ہیں۔اس رپورٹ کے مطابق بالغوں میں معتدل ورزش نہ کرنے کی شرح کچھ یوں ہے: پرتگال 69 فیصد۔ پولینڈ 55 فیصد۔فرانس 46۔ برطانیہ 44 فیصد۔کروئیشیا 34 فیصد۔جرمنی 26 فیصد۔ نیدرلینڈ کی ریٹنگ بہتر ہے اور وہاں صرف 14 فیصد افراد ایسے ہیں جو معتدل ورزش نہیں کرتے۔رفاہی ادارے سے وابستہ جولی وارڈ کا کہنا ہے 'باقاعدگی سے جسمانی ورزش آپ کے دل کی صحت کے لیے اچھی ہے اور آپ کو زیادہ دیر زندہ رہنے میں مدد دے سکتی ہے چاہے آپ کسی بھی عمر کے ہوں۔' 'تاہم تازہ ترین اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ برطانیہ میں آدھے لوگ معتدل مشق نہیں کرتے اور یہ نسبت بہت سے یورپی ممالک سے زیادہ ہے۔ ہمارا پیغام ہے کہ خواہ آپ دس منٹ تک ورزش کرلیں اس کا بھی فائدہ ہوگا اور یہ کہ روزانہ کے معمولات میں زیادہ متحرک تبدیلیوں سے آپ کے دل کی صحت بھی بہتر ہوسکتی ہے۔'

واضح ہو کہ ایک شخص کی جیسے جیسے عمر دراز ہوتی ہے اس کی خلیات کی عمر بھی بڑھتی رہتی ہے، اس سے ڈی این اے کی حفاظت کرنے والے عناصر بھی کمزور پڑتے جاتے ہیں۔ امریکی ریاست کیلیفورنیا میں ہونے والی ایک نئی تحقیق کے مطابق سست یا غیر فعال رہنے والی خواتین میں زیادہ تیزی سے بڑھاپا آنے کا خطرہ رہتا ہے۔اس تحقیق کے لیے 64 سے 95 سال کی 1،500 خواتین کو شامل کیا گیا تھا۔ یہ وہ خواتین تھیں جو دن کا زیادہ تر وقت یا تو بیٹھ کر گزارتی تھیں یا پھر ہر روز 40 منٹ سے کم ورزش کرتی تھیں۔ تحقیق میں پایا گیا کہ ایسی خواتین کی خلیے فعال ہیں لیکن زیادہ ورزش کرنے والی خواتین کے خلیات کے مقابلے میں نامیاتی طور پر وہ آٹھ سال بڑی ہیں۔ایک شخص کی جیسے جیسے عمر دراز ہوتی ہے اس کی خلیات کی عمر بھی بڑھتی رہتی ہے۔اس سے ڈی این اے کی حفاظت کرنے والے عناصر بھی کمزور پڑتے جاتے ہیں۔ محققین کا کہنا ہے کہ اگر صحت اچھی نہ ہو اور ہماری طرز زندگی ٹھیک نہ ہو تو بڑھاپا تیزی سے آتا ہے۔ اس لیے بڑھاپے میں بھی انسان کو فعال رہنا چاہیے اور دن میں 10 گھنٹے سے زیادہ بیٹھنے سے گریز کرنا چاہیے۔ بڑھاپے میں بھی انسان کو فعال رہنا چاہیے اور دن میں 10 گھنٹے سے زیادہ بیٹھنے سے گریز کرنا چاہیے۔ دراصل جب ہم بوڑھے ہو رہے ہوتے ہیں تو ڈی این اے کے سرے پر جو ننھی سی ٹوپی ہوتی ہے وہ سکڑنے لگتی ہے۔ڈی این اے کی اس ننھی ٹوپی کو ٹیلومیر کہا جاتا ہے۔ یہ ٹیلومیر جوتے کے فیتے کے سرے پر لگی پلاسٹک کی طرح ہوتی ہے۔ ہماری نامیاتی عمر کتنی ہوگی یہ ٹیلومیر کی لمبائی سے پتہ چلتا ہے۔ یہ ہماری کرونولوجیکل عمر سے ہمیشہ مطابقت نہیں رکھتی ہے۔ٹیلومیر کے سکڑنے یا چھوٹا ہوجانے سے امراض قلب، ذیابیطس اور سنگین قسم کے کینسر جیسی بیماریوں کے ہونے کا خطرہ پیدہ ہوجاتا ہے۔اس کی لمبائی یہ بھی بتاتی ہے کہ اس شخص کو باقاعدگی سے کتنی ورزش کرنی چاہیے۔ یونیورسٹی آف کیلی فورنیا میں اس تحقیق کی قیادت کرنے والے ڈاکٹر علاء الدین شادیاب کہتے ہیں کہ: 'ہم نے تحقیق میں پایا ہے کہ جو خواتین کام کے بغیر طویل وقت تک بیٹھی رہتی ہیں لیکن پھر بھی باقاعدہ کم از کم 30 منٹ کی ورزش کرتی ہیں تو ان کا ٹیلومیر چھوٹا نہیں پڑتا ہے۔' ڈاکٹر شادیاب کے مطابق: 'ورزش کرنا تبھی سے شروع کرنا چاہیے جب ہم نوجوان ہوں، جسمانی طور پر ہمیں فعال رہنا چاہیے، اس وقت بھی فعال رہنا چاہیے جب ہم 80 سال کی عمر میں پہنچ جائیں۔'

Volume:63/73,Issue:26 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

To

کیا طُرفہ تماشا ہے کہ اس دور کے بونے
اپنے سے بڑے لوگوں کا قد ناپ رہے ہیں   (نامعلوم)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF,PATNA 801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

مدھیہ پردیش کی انسانیت سوز واردات

پروفیسر نیلم مہاجن سنگھ

آئین نے اور سبھی سیاسی جماعتوں نے قبائیلوں اور پسماندہ طبقات کو خاص اہمیت دی ہے تاکہ انہیں ان کو مساوی حقوق حاصل ہو۔ مدھیہ پردیش میں قبائیلوں اور پسماندہ ذاتوں کی تعداد 1,53,16784 ہے جو ریاست کی کل تعداد کی 21.1 فیصد ہے اور ہندوستان میں قبائیلوں کی تعداد کا تناسب 13.57 فیصد ہے۔ بھیل اور گوڑ کی آبادی سب سے زیاد ہے۔ مدھیہ پردیش میں اس ہفتہ بی جے پی کے ورکر پرویش شکلا نے جو کیا وہ انسانیت کو شرمسار کرنے والا ہے۔ ہر کسی نے اس واقعہ پر اپنے خیالات رکھے اور اس گھناؤنی حرکت کو غیر انسانی قرار دیا، لیکن معاملہ صرف اتنے پر ہی نہیں تھا بلکہ اب تو لیڈر قبائلی دشمت راوت کو گھر پر بلا کر ان کے پیر دھوتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ وزیر اعلیٰ شیوراج سنگھ چوہان نے متاثرہ کے پیر دھوئے اور ان کو شال دی۔ معاملہ کچھ یوں تھا کہ بی جے پی کے ورکر اور سدھی قبائلی سماج کے دشمت راوت کے سر پر پیشاب کیا۔ جس کا ویڈیو خوب وائرل ہوا۔ وہی ملزم کو گرفتار کر کے اس پر این ایس اے لگا کر اس کا گھر بلڈوزر سے گرا دیا گیا ہے۔ سوال کسی فرد کے معاشرے یا مذہب کا نہیں بلکہ انسانیت کا ہے۔ انسانیت سب سے بڑا مذہب ہے۔ ہم ایک ایسے سماج میں رہتے ہیں اور ہماری ثقافت میں واسدھا یو کٹمبکم کا تصور ہے، پھر ایک شخص دوسرے پر پیشاب کرتا ہے اس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم کس اخلاقی زوال کی طرف جا رہے ہیں؟ کیا پرویش شکلا نے یہ سبق بی جے پی سے سیکھا ہے؟ کیا اسے یہی سکھایا گیا ہے؟ وزیر اعلی مدھیہ پردیش شیوراج سنگھ چوہان نے دشمت راوت کو 5 لاکھ روپے اور گھر بنانے کے لیے 1.5 لاکھ روپے کی مالی مدد فراہم کی ہے۔ شیوراج سنگھ چوہان نے دشمت راوت کو وزیر اعلیٰ کی رہائش گاہ پر بلایا۔ وزیر اعلیٰ نے متاثرہ کے پاؤں دھوئے، اسے ہار پہنائے، اسے شال اور گلدستہ دیا۔ یہی نہیں شیوراج سنگھ نے دشمت کو مٹھائی کھلائی اور ناشتہ بھی کروایا۔ جب شیوراج سنگھ متاثرہ کے پاؤں دھو رہے تھے تو وہ جذباتی نظر آئے اور وہ رو رہے تھے ان کے چہرے کے تاثرات سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اس واقعے سے دل شکستہ اور صدمہ میں ہیں۔ وزیر اعلیٰ نے نہ صرف متاثرہ کے پاؤں دھوئے بلکہ وہ پانی اس کے سر پر بھی لگایا۔ اس موقع پر وزیر اعلیٰ نے میڈیا سے بات کرتے ہوئے کہا کہ ''دشمت بھائی کے ساتھ ناانصافی ہوئی، میں اس سے افسردہ ہوں اس لیے میں نے دشمت کو اپنے گھر بلایا تو میرا دماغ درد سے بھر گیا یہ بہت تکلیف دہ ایک انتہائی غیر انسانی واقعہ ہمارے بھائی کے ساتھ پیش آیا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ معاملہ سامنے آتے ہی وزیر اعلیٰ نے کہا تھا کہ ملزموں کے خلاف سخت کارروائی کی جائے گی اور اسے بخشا نہیں جائے گا سی ایم شیوراج سنگھ کے اس قدم کو بی جے پی نے خوب سراہا لیکن اپوزیشن نے وزیر اعلیٰ سے سوال کرنا شروع کر دیا کہ صوبے میں قبائیلوں کی کیا حالت ہے؟ کانگریس نے اس سلسلے میں ایک پانچ رکنی ٹیم تشکیل دی ہے جس میں سابق ایم پی مانک سنگھ، ریاستی نائب صدر لال چند گپتا، سابق ایم ایل اے سرسوتی سنگھ، ضلع کانگریس کمیٹی کے رکن گیا نیندر پرتاپ سنگھ اور سینئر لیڈر بسنتی کول شامل ہیں۔ شیوراج سنگھ کے متاثرہ دشمت راوت کو عزت دینے کے بعد کانگریس ضلع صدر گیان سنگھ متاثرہ کے گھر پہنچے۔ جہاں انہوں نے سب سے پہلے گنگا کا پانی چھڑک کر دشمت روات کو پاک کیا۔ پھر گنگا کے پانی سے منہ دھویا چہرہ اور سر بھی پاک کیا۔ کیا اس شرمناک واقعہ کے منظر عام پر آنے والے انتخابات میں بی جے پی کے لیے نقصاندہ ثابت ہوگا؟ کیا اب بی جے پی کے لیے خطرے کی گھنٹی ہے؟ اس واقعہ سے جہاں لوگ ناراض ہیں وہیں دوسری طرف یہ معاملہ بی جے پی کے لیے پریشانی کا باعث بن گیا ہے۔ ایم پی میں قبائلی سماج کی آبادی 21 فیصد ہے اور قانون ساز اسمبلی میں 47 مخصوص نشستیں قبائیلوں کے لیے مختص ہیں۔ ایسے حالات میں اگر اعداد و شمار کی تبدیلی کو سمجھیں تو یہ نظر آتا ہے کہ بی جے پی جو ووٹ بینک میں گڑبڑ کرنے کی تیاری میں تھی، اب اس حادثہ سے ٹوٹی نظر آتی ہے۔ اگر ہم کانگریس کی بات کریں تو وہ اس معاملے کو سستے میں چھوڑنے کے موڈ میں نہیں ہے۔ یہ اس لیے بھی ہے کہ وہ جانتی ہیں کہ ریاست میں 47 نشستیں قبائل کے لیے مختص ہیں اور فی الحال ان کے پاس قبائل کے لیے مختص 30 اور بی جے پی کے پاس 16 نشستیں ہیں۔ ایسے میں کانگریس ان ایشوز کے ذریعے ان سیٹوں پر کامیابی درج کرانا چاہتی ہے۔ وہیں شیوپوری ضلع سے ایک معاملہ سامنے آیا ہے جہاں دو نوجوانوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک ہوا ہے۔

الزام ہے کہ کچھ دن پہلے دلت نوجوانوں کو پہلے چپلوں کے ہار پہنائے گئے اور پھر پاخانہ کھلایا گیا اور ایک جلوس بھی نکالا گیا۔ اس معاملے میں پولیس نے 7 افراد کو گرفتار کیا ہے اور ایک ملزم کے گھر پر بلڈوزر چلا دیا ہے۔ ایسے میں سوال یہ پیدا نہیں ہوتا کہ ریاست کے سربراہ یا دیگر رہنما انتخابات کے دوران اس قبائلی کے پاؤں کیوں دھو رہے ہیں؟ بلکہ اسے درحقیقت ایک علامت کے بطور سمجھنا ہوگا اگر حکومت ایسے لوگوں کی عزت اور احترام کرتی ہے تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سرکار سب سے پیچھے بیٹھے شخص کا خیال رکھتی ہے۔ آخر ایسا کیا ہو گیا ہے کہ معاشرے کی اخلاقی اور کردار کی تنزلی اتنی پستی کی طرف ہو گئی ہے۔ ہمارے گھر والوں نے جو اچھی تربیت اور اقدار دیے ہیں تو اس طرح کے واقعات کیوں ہو رہے ہیں۔ کیا وہ ایسی پستی میں پہنچ گئے ہیں؟ سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ جو جماعت ثقافت، مذہب، خاندانی اور اخلاقی اقدار کی دعوت دیتی ہے، جس کا سیاسی اور سماجی ماحول آر ایس ایس سے جڑا ہوا ہے پھر وہ کون سے اخلاقیات غائب ہیں کہ ایک شخص اپنا فضلہ اور پاخانہ دوسرے شخص پر پھینک رہا ہے۔ آخر وہ اس زوال کو کیسے پہنچا یا اس کی سوچ اس ناقص سطح تک کیسے پہنچی؟ لیکن سوال یہ ہے کہ آئندہ ایسی حرکتیں نہیں ہونی چاہئیں، اس حوالے سے کیا صورتحال ہے؟ اس واقعے کی ویڈیو سامنے آگئی لیکن اگر ویڈیو نہ آئی تو اس کے پیچھے کا کالا سچ، کیا ہم نہیں دیکھ پائے؟

ہندوستانی معاشرہ اور ثقافت ہمیشہ ان لوگوں کی مدد اور ان کا خیال رکھنے پر زور دیتا ہے، جو کمزور ہیں۔ دوسرا اور زیادہ مہلک اسکینڈل انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔ جج تو کیا خدا بھی پرویش شکلا کو معاف نہیں کرے گا! لعنت ہے ایسے سماج پر جس میں انسان میں خامیاں آگئی ہوں! میں اس زوال سے بہت پریشان ہیں۔

وقار اور عزت کی زندگی کیلئے اتحاد اور اجتماعیت ضروری

ہم مسلمانوں نے اس وقت عالمی پیمانہ پر بھی اور اپنے ملک میں بھی اپنے کو مذہب اور تعلیمات محمدی علی صاحبہا الصلاۃ والسلام سے جتنا دور کر لیا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں، عالم اسلام اس وقت یہودیوں کے مظالم کا نشانہ ہے، بیت المقدس آپ کا قبلہ اول آپ کے ہاتھوں سے چھن چکا ہے، اسرائیل کے صیہونی ہر طرح کے مظالم کا عربوں کو شکار بنا رہے ہیں؛ لیکن ہمارے عرب بھائی اب تک اپنے اختلافات اور باہمی جھگڑوں کو ختم نہیں کر سکے، گذشتہ پچاس برسوں میں عالم عرب کے جو حالات رہے، ان کی گروہ بندیوں، غیر اسلامی تہذیب کے عموم اور غیر اسلامی افکار سے جس طرح عرب ذہن متاثر رہا اور اس طرح جس غیر اسلامی راہ پر وہ چل نکلے، اس کے نتیجہ میں آنے والے انقلاب کی دھمک انہوں نے نہیں سنی اور غفلت کی وہ نیند ان پر مسلط رہی جس کا لازمی نتیجہ سقوط بیت المقدس اور یہودی تسلط کی شکل میں نکلنا تھا اور وہ ہو کر رہا۔ ہمارے ملک میں مسلمانوں کے لئے ۱۹۴۷ء کے انقلاب کے بعد موقع تھا کہ وہ اپنے اندر صالح تبدیلی لاتے، اپنی زندگی کے اطوار بدلتے، فضول خرچی اور اسرف کو چھوڑ کر اپنی معاشی بدحالی کو دور کرتے، تنگ نظری سے توبہ کر کے سارے مسلمانوں کیلئے اپنے دلوں میں اسلامی اخوت کو جگہ دیتے، گروہ بندی چھوڑتے، تخرب تفریق و انتشار کی راہ چھوڑ کر ملت واحدہ اور بنیان مرصوص بنتے، تعلیم کی راہ میں آگے بڑھتے، اور عالم میں جو وسائل آج کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے ضروری تھے انہیں حاصل کرتے اور پر ہر خدا تعالے پر کامل یقین اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہ کو اپناتے جو ہماری تصوطرح کی کامیابی کے لئے کلیدی حیثیت رکھتی ہے؛ لیکن بدقسمتی سے ہم نے پچھلے دنوں میں بہت کچھ کھویا ہے اور بہت کم حاصل کیا ہے، ہم نے اپنی پوری معاشرت کو غیر اسلامی بنا دیا، مسلمان نوجوانوں نے تعمیری جدوجہد کے بجائے صرف مجلسی تبصروں کو ہی اپنی نجات کے لئے کافی سمجھا، ایک طرح کا کسل اور جمہود پوری امت پر طاری ہو گیا، دین سے دوری بڑھتی گئی اور انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آزادی سے پہلے جو فتنے تفریق و اختلاف اور گروہ بندی کے مسلمانوں میں پیدا ہوئے تھے آج پھر وہ فتنے سر اٹھا رہے ہیں، حالانکہ جزوی اور فروعی اختلافات کو اتنی اہمیت دینا کہ پوری امت فرقوں میں تقسیم ہو جائے اور امت کیلئے باہمی اتحاد کا کوئی نقطہ باقی نہ رہ جائے ایسی عظیم الشان تاریخی غلطی ہے جس کا خمیازہ ہم نے پہلے بھی بھگتا ہے اور اگر ہم نے آئندہ اس غلطی کو دہرایا تو پھر عظیم ملی نقصان کے لئے تیار رہنا چاہئے، اصحاب نظر کے نزدیک یہ امر بالکل واضح ہے کہ اس امت کے افراد کی باہمی گروہ بندی اور ہمارا اندرونی اختلاف ہماری ہی قوت کو کمزور کر دے گا اور ہماری اجتماعی ساکھ اکھڑ جائے گی اور ہماری اس قسم کی معاندانہ سرگرمیوں کا سارا فائدہ ہمارے مخالفوں کو پہونچے گا۔

(امیر شریعت رابع حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ)

☆اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر آپ سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کر دیں۔ **رابطہ اور واٹس اَپ نمبر 9576507798**
A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168,Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ **www.imaratshariah.com** پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ (**محمد اسعد اللہ قاسمی منیجر نقیب**)